ماہنامہ

حیاتِ نو

بلریاگنج

Monthly Hayat-Nau April 1985

Bilariaganj Azamgarh (U.P.)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انجمن طلبہ قدیم کا ترجمان

ماہنامہ حیاتِ نو

اپریل ۱۹۸۵ء مطابق رجب ۱۴۰۵ھ

مدیر
طارق فارقلیط فلاحی

اس شمارہ کی قیمت ۲ روپیہ ۵۰ پیسہ
سالانہ زرِ تعاون ۲۵ روپیہ

اس دائرہ میں سرخ نشان کا مطلب ہے کہ آپ کا سالانہ زرِ تعاون ختم ہو چکا ہے براہ کرم ۲۵ روپیہ ارسال فرما کر مشکور فرمائیں۔

ترسیلِ زر کا پتہ:-
جامعۃ الفلاح بلریا گنج اعظم گڈھ
یوپی ۲۷۶۱۲۱

مطبوعہ مستانہ پریس ٹانڈہ، فیض آباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نقوش حیات نو

ادار یہ
میں اکیلا ہی چلا تھا جانب منزل مگر ______ مولانا ابوبکر اصلاحی
بارگاہ خداوندی سے
معارف قرآن ______ ابوسلمی فلاحی
بارگاہ رسالت سے
حسن نیت ______ مولانا ابوبکر اصلاحی
بلندیاں جن کے لئے جھک گئیں
حضرت زید الخیر رضی اللہ عنہ ______ ابوجاوید
مقالات
مولانا ابوالکلام آزاد اور ان کی ادبی خدمات ______ ڈاکٹر احمد سجاد
اخوت اسلامی کے امتیازات ______ ابو احمد فلاحی
تصویر انجمن
اٹھ کہ اب بزم جہاں کا اور ہی انداز ہے خطبہ صدارت ______ ابوالمکارم فلاحی
مختصر کاروائی مجلس شوریٰ ______ نور محمد فلاحی
طلبہ قدیم کے نام ______ مولانا شہباز اصلاحی
گاہ گاہ باز خواں
تاثرات جو پرانے نہیں ہوتے ______ ماہر القادری رحمۃ اللہ علیہ
میدان کارزار سے
یہ غازی یہ تیرے پر اسرار بندے ______ سید اسعد گیلانی
سخن در سخن
ترانہ فلاح ______ شرقی سبحانی
غزل ______ اسلم لقمان پوری
غزل ______ عطا عابدی (دربھنگوی)
حلقہ یاراں ______ عبید اللہ فہد، عطا عابدی، اظہار اختر
جامعہ کے لیل و نہار
انجمن کا تیسرا دو سالہ اجلاس ______ حسن حبیب کے قلم سے

ادار یہ

مولانا ابوبکر اصلاحی۔ صدر جامعہ

میں اکیلا ہی چلا تھا جانب منزل مگر......

صرف شہادۃ حق کا فریضہ ہی جامعۃ الفلاح کے قیام کا محرک تھا!

"مولانا ابوبکر صاحب اصلاحی کی ذات اہل قلم اور جماعت کے حلقوں میں محتاج تعارف نہیں آپ اصلاح سے فارغ ہیں۔ اور درس و تدریس کا وسیع تجربہ رکھتے ہیں۔ فراغت کے بعد آپ اصلاح ہی میں مزید دو سال رہے۔ پڑھتے بھی رہے اور پڑھاتے بھی اس کے بعد ضلع بستی مدرسہ رحمانیہ چلے گئے پھر اصلاح تشریف لائے جماعت اسلامی کے شعبہ تنظیم سے بھی وابستہ رہے اور جامعۃ الفلاح کی کی نظامت کی گرانبار ذمہ داری بھی سنبھالے رہے، رامپور بھی تشریف لے گئے اور اب اگست ۱۹۶۹ء سے جامعۃ الفلاح میں درس و تدریس کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ آپ اس وقت جامعہ کے صدر بھی ہیں۔ انجمن طلبہ قدیم کے تیسرے دو سالہ اجلاس منعقدہ ۱۸، ۱۹، ۲۰ فروری کو آپ نے صدر جامعہ کی حیثیت سے افتتاحی خطبہ پیش کیا ہم اسی خطبہ کو اس بار اداریہ بنا رہے ہیں۔

(ایڈیٹر)

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الکریم محمد الامین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین اما بعد!

معزز مہمانان گرامی، اساتذہ کرام اور قدیم وجدید طلبائے عزیز!

وہ تھی مبارک ساعت تھی جب اللہ کے کچھ بندوں نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ بریاگنج میں ایک دینی تعلیمی ادارہ قائم کیا جائے اور اسکا نام جامعۃ الفلاح رکھا جائے، ان کے پاس نہ تو دولت و ثروت کی فراوانی تھی، نہ علم و فضل کی ارزانی تھی اور نہ اسباب و وسائل کی فراہمی بس صرف ضرورت کیلئے شدت احساس تھا اور اسکے لئے عزم بالجزم تھا اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر اعتماد و توکل۔ اسی ذات پاک کے بھروسے پر ابتدا کر دی گئی۔ اور لوگوں نے حیرت و استعجاب کے ساتھ دیکھا کہ دی

پودا جو اسکی زمین میں لگایا گیا تھا دیکھتے دیکھتے
تناور درخت بن گیا ہے اور برگ و بار لا رہا ہے
جتنی قلیل مدت میں یہ حیرت انگیز ترقی مدارس
کی تاریخ میں اپنی مثال آپ ہے۔

جامعۃ الفلاح قائم کرکے عربی مدارس
کی تعداد میں ایک مزید مدرسے کا اضافہ پیش
نظر نہ تھا بلکہ اسکے قیام کا ایک عظیم مقصد تھا
جسکا اظہار جامعہ کی ابتدائی روداد میں ان
الفاظ میں کیا گیا ہے۔

دور حاضر میں طرح طرح کے نظریاتی
اصنام تراش لیے گئے ہیں۔ اور انکو مدلل
کرنے کیلئے پورا فلسفہ مدون کر لیا گیا ہے۔
جن سے اچھے اچھے صاحبان عقل و ہوش
مرعوب و متاثر ہو جاتے ہیں۔ اور اپنی متاع
ایمان کھو بیٹھتے ہیں۔ ان حالات میں ایسے
علماء کی شدید ضرورت ہے۔ جو قدیم و جدید
دونوں کے سنگم ہوں۔ علوم قدیم میں عالمانہ
بصیرت رکھتے ہوں اور علوم جدیدہ میں اچھے
تجزیے کی صلاحیت رکھتے ہوں تاکہ جدید
نظریات اور گمراہ کن فلسفہ کو سمجھیں۔ انکا رد کر
سکیں اور اسلام پر ایسی ہمہ گیر دسترس
رکھتے ہوں کہ اپنی مثبت جدوجہد سے انکا رعب
ذہنوں اور دماغوں سے نکال دیں۔ اور اسلام
کی حقانیت پیوست کر دیں۔

اس دور کا ایک المیہ ـــــ اور
سب سے بڑا المیہ ـــــ یہ ہے کہ دین کو
مسجد مدرسہ اور خانقاہ تک محدود کر دیا گیا
ہے۔ حالانکہ دین اسلام ایک جامع دین اور
مکمل نظام حیات ہے جو پوری انسانی زندگی
کو حاوی ہے اور انسانی زندگی کا کوئی گوشہ
اسکی دسترس سے باہر نہیں ہے وہ پوری زندگی
کیلئے دستور اور ہر ہر شعبے کیلئے قانون دیتا
ہے جو ساری دنیا انسانیت کیلئے رحمت ہی رحمت
ہے۔

آج دنیا مختلف ازموں اور انسانی ذہن
کے بنائے ہوئے قوانین پر عمل کرکے ٹھوکریں
پر ٹھوکریں کھا رہی ہے۔ اور امن و سکون کی
متلاشی ہے مگر جن کے پاس وہ آب حیات ہے
جسکی دنیا کو ضرورت ہے۔ جن کے پاس وہ آب
زلال ہے جو پیاسی دنیا کی تشنگی کو بجھا سکتا ہے
وہ خود ہی اس سے غافل ہیں اور اپنے مقصد
وجود کو ہی فراموش کر بیٹھے ہیں۔ ان حالات
میں جامعۃ الفلاح نے اپنے دستور العمل
میں بتایا کہ۔۔

امت مسلمہ کا مقصد وجود قرآن حکیم
ان الفاظ میں بیان کرتا ہے۔

وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً
اور اسی طرح ہم نے تمہیں ایک بہترین امت
وَسَطًا لِّتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ ؕ
بنایا تاکہ تم لوگوں کے سامنے حق کی شہادت دو

امت مسلمہ کا مقصد وجود قرآن مجید
کی اس آیت کریمہ کی رو سے شہادت حق ہے
اور یہی شہادت حق کا فریضہ تمام شعبہ زندگی
میں ادا کرنا ہے۔ اس نقطہ نظر سے تعلیم و تربیت
کا شعبہ سب سے زیادہ اہم اور بنیادی ہے،
اسی پر زندگی کے دوسرے شعبوں کی اچھائی و
برائی کا انحصار ہے لیکن افسوس ہے کہ شہادت
حق کی اس عظیم اور اہم ذمہ داری سے کماحقہ
عہدہ برآ نہیں ہو رہے ہیں ہمارا فرض ہے کہ
ہم ایسے نظام تعلیم کو بروئے کار لانے کی
کوشش کریں۔ جس کے ذریعہ ایسے علماء
تیار ہوں۔ جو اسلامی سیرت و کردار کا نمونہ
ہونے کے ساتھ زمانہ کے مسائل و معاملات
اور تحریکات و نظریات سے بھی واقف ہوں
اور اپنی علمی و عملی کاوشوں سے اس دور کے
ذہن و دماغ پر اسلام کے ہمہ گیر و جامع دستور
حیات کی ناگزیریت کے نقوش مرتسم کر سکیں
شہادت حق کی راہ میں یہ ہمارا پہلا زینہ ہوگا۔
اسی احساس کے تحت جامعۃ الفلاح کا
قیام عمل میں آیا ہے جسکی چند خصوصیات
درج ذیل ہیں۔

(۱) ایسے علماء تیار کرنا جو
(الف) شہادت حق اور اعلاء کلمۃ اللہ
کا جذبہ رکھتے ہوں۔
(ب) جو صالح و متقی ہونے کے ساتھ
ساتھ علم دین و دنیا میں گہری بصیرت
رکھتے ہوں تاکہ اسلامی نظام حیات
کی فکری و عملی برتری دور حاضر کے
سامنے ثابت کر سکیں۔
(ج) ایسے صحافی تیار کرنا جو دنیا کے
سیاسی و معاشی مسائل کا کتاب و
سنت کی روشنی میں جائزہ لیکر
ان کا اسلامی حل دنیا کے سامنے
پیش کر سکیں اور پر زور الفاظ میں
اسپر روشنی ڈال سکیں۔"

مناسب ہوگا کہ جامعہ کی قریب ترین روداد
[illegible] سے چند الفاظ پیش کر دیے جائیں تاکہ
یہ واضح ہو جائے کہ ایک عظیم مقصد جسکے
تحت جامعۃ الفلاح متحرک اور اسی کیلئے
اول روز سے اب تک رواں دواں ہے۔

"برادران ملت! موجودہ مادہ
پرستانہ اور اخلاقی تنزلی سے

ہماری ماحول اور غیر اسلامی افکار و نظریات
کی مسلسل یلغار کے مقابلے میں جامعۃ الفلاح
نے اپنے سامنے جو اعلیٰ اور بلند مقاصد
رکھے ہیں وہ یہ ہیں۔

(۱) ملت اسلامیہ میں ایسے افراد تیار
کئے جائیں جو قرآن و سنت کا گہرا علم
اور صحیح دینی بصیرت رکھتے ہوں تو ساتھ
ہی عصر حاضر کے فتنوں اور غیر اسلامی
افکار و نظریات سے بھی واقف ہوں۔
اور ان کی نظر وقت کے اہم مسائل پر
بھی ہو تاکہ زبان و قلم سے ان فتنوں
کا تدارک اور مقابلہ کرسکیں۔

(۲) ان میں احیاء دین کا "جذبہ اور
شہادت حق کی سچی اسپرٹ ہو اور
وہ گروہی، جماعتی اور فقہی اختلافات
و تعصبات سے بالاتر ہو کر وسعت
نظر کے ساتھ اسلامی معاشرے کی
اصلاح و تعمیر اور مسلم افراد میں
دعوت و تبلیغ کا فریضہ انجام دے
سکیں۔

حضرات! جامعہ نے اوّل روز سے جو مقصد
طے کیا تھا، خدا کا شکر ہے کہ وہ اسی پر
گامزن ہے اور اپنی انتہائی بساط

سال کی مدت کارکردگی میں جو کچھ کیا ہے وہ اگرچہ
دوسروں کے لئے حیرت انگیز ہے لیکن کارکنان
جامعہ اس پر مطمئن بالکل نہیں ہیں۔ کیونکہ جو
کچھ ہوا وہ اسباب و وسائل کی تنگ دامانی
کے ساتھ ہوا۔ اگر وسائل کی فراوانی ہوتی تو
آپ اس کو اس سے کہیں آگے دیکھتے جیسا
کچھ آج پا رہے ہیں۔ پھر بھی جو کچھ ہو سکا اس
پر ہم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے اور آئندہ
کیلئے اس سے زیادہ کی توفیق طلب کرتے
ہیں۔ آمین!

کہا جاتا ہے کہ درخت اپنے پھل سے
پہچانا جاتا ہے۔ آئیے ہم ایک نظر فارغین جامعہ
پر ڈال لیں۔ گوکہ اپنے منہ سے اپنی تعریف
اچھی نہیں لگتی لیکن اگر اظہار حقیقت نہ کیا جائے
تو یہ بھی تو ناشکری ہوگی۔

حضرات! جامعۃ الفلاح نے اپنے جگر گوشوں
کو جو نصب العین دیا۔ دین اسلام کی
ہمہ گیریت کا جو تصور دیا اور جو سبق شہادت
حق اور اعلاء کلمۃ اللہ کے جس راستے پر انہیں
گامزن کیا۔ الحمد للہ کہ فارغ ہونے کے بعد
انھوں نے اپنے آپ کو اس پر مضبوطی سے قائم رکھا
اور جہاں بھی گئے جامعۃ الفلاح کے نام کو
اونچا کیا۔ اور جس میدان میں بھی قدم

رکھا لوگوں کو انکی صلاحیت کا قائل ہونا پڑا۔

حضرات! جامعۃ الفلاح کی عمر کو مختصر ہے
اور اس قلیل مدت میں فارغین کی تعداد اگرچہ
تھوڑی ہے لیکن وہ کسی ایک مقام اور کسی ایک
میدان میں محدود ہو کر نہیں رہ گئے ہیں بلکہ
یورپ و امریکہ اور ایشیا و افریقہ دنیا کے چار
بر اعظم میں پھیلے ہوئے اپنے نصب العین کے
لیے سرگرم عمل ہیں۔ انکے میدان عمل کے لحاظ
سے انھیں چار حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا
ہے۔

(۱) کچھ فارغین جامعہ وہ ہیں جو ملک و
بیرون ملک کی متعدد یونیورسٹیوں میں تعلیم و
تحقیق کی اعلیٰ منازل طے کر رہے ہیں۔

(۲) کچھ وہ ہیں جو تحریر و تصنیف کے میدان
میں داد تحقیق دے رہے ہیں۔

(۳) کچھ وہ ہیں جو درس و تدریس کی مجلسوں
میں تشنگان علوم کو سیراب کر رہے ہیں۔

(۴) کچھ وہ ہیں جو دعوت و ارشاد اور تبلیغ
و تحریک کے میدان میں مصروف عمل ہیں
اور بندگان خدا کو راہ حق اور صراط مستقیم
کی طرف لا رہے ہیں۔

غرضیکہ جس مقصد کیلئے ان کو پڑھایا
کو ڈھالا گیا۔ وہ جہاں کہیں بھی ہیں اسی
مقصد کو پورا کرنے کے لئے مشغول و
منہمک ہیں۔

مگر ذرا ٹھہریے! فارغین عزیز!
میری ان باتوں سے آپ کو کہیں یہ غلط فہمی
نہ ہو کہ آپ بہت کچھ ہیں، جہاں آپ کے
ذہن میں یہ خیال پیدا ہوا وہیں سے آپکے تنزل
کا دور شروع ہو جائیگا۔

یاد رکھیے! اخلاق و کردار اور علم و
فضل کے درجات بلند سے بلند تر ہیں۔ آپ
سوچئے کہ آپ کچھ نہیں ہیں۔ پھر ان بلندیوں
پر نظر رکھیے۔ ان تک پہنچنے کی کوشش
کیجئے، انشاء اللہ کامیابی آپکے قدم چومے
گی۔ اور ان بلندیوں تک پہنچ کر رہیں گے۔

ہاں مگر اسے نہ بھولئے کہ کامیابی ——
—— اصلی و حقیقی کامیابی ——
یہ ہے کہ کل اللہ تعالیٰ ہماری حقیر کوششوں کو
قبول فرمائے اور ہمارے لئے کامیاب ہونے کا فیصلہ
فرمادے۔ اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب ہم ہر طرف
سے کٹ کر حق ہی کیلئے راہ حق پر گامزن رہیں۔

اللہم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ وارنا
الباطل باطلا وارزقنا اجتنابہ۔ وصلی
اللہ علی النبی الامین وعلی آلہ واصحا
بہ اجمعین
وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

بارگاہِ خداوندی سے

ابوسلمیٰ فلاحی استاذ جامعہ

مُطالعۂ قرآن

وَلَا تَقُولَنَّ لِشَيْءٍ إِنِّي فَاعِلٌ ذَٰلِكَ غَدًا ﴿٢٣﴾ إِلَّا أَن يَشَاءَ اللَّهُ ۚ وَاذْكُر رَّبَّكَ إِذَا نَسِيتَ وَقُلْ عَسَىٰ أَن يَهْدِيَنِ رَبِّي لِأَقْرَبَ مِنْ هَٰذَا رَشَدًا ﴿٢٤﴾

اور کسی چیز کے بارے میں یہ ہرگز مت کہا کرو کہ اسے میں کل کروں گا (تمہارے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا) بلکہ اللہ کی مشیت نافذ ہے اور جب بھول جاؤ تو اپنے رب کو یاد کر لو اور یہ کہا کرو امید ہے کہ میرا رب میری اس سلسلے میں صحیح رہنمائی فرمائے گا۔

یہ سورہ کہف کی ۲۳ ویں اور ۲۴ ویں آیات ہیں اس سورہ کا مرکزی مضمون جیسا کہ اسکی ابتدائی آیات میں مذکور ہے۔ اہل ایمان کو تبشیر اور کفار کو انذار ہے۔ پوری سورہ اسی موضوع کے تحت گردش کر رہی ہے۔ ان آیات کا مفہوم یہ ہے کہ ــــ

کسی کام کیلئے یہ مت کہدیا کرو کہ میں اسے کل کر دوں گا کیونکہ تمہارے بس میں کوئی چیز نہیں ہے بلکہ صرف اللہ کی مشیت دنیا میں جاری وساری ہے۔ لہذا جب تم کسی سے کوئی بات کہو تو اس طرح کہو کہ امید ہے کہ میرا رب جلد ہی اس سلسلے میں صحیح رہنمائی فرمائیگا اور جب اللہ کا نام لینا بھول جاؤ تو اسے یاد کر لیا کرو یعنی توبہ واستغفار سے اسکی تلافی کر لیا کرو۔ مذکورہ بالا آیتوں میں إِلَّا أَن يَشَاءَ اللَّهُ کا جملہ بہت زیادہ توجہ کا حامل ہے کیونکہ قرآن کریم میں جہاں کہیں إِلَّا أَن يَشَاءَ اللَّهُ، إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ، إِلَّا مَا شَاءَ رَبُّكَ اور إِلَّا أَن يَشَاءَ رَبُّنَا وغیرہ استعمال ہوئے ہیں وہاں مفسرین کو بہت زیادہ دشواری پیش آئی ہے اور کہیں کہیں تو انکے وہ مفہوم بیان کئے گئے ہیں جو سراسر قرآنی تعلیمات کے خلاف ہیں۔ اسکی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ ہمارے مفسرین اس طرح کے جملوں میں إِلَّا کو متصل مانتے ہیں اور یہی انکی دشواری کا سب سے بڑا سبب ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان آیات میں إِلَّا منقطع ہے اور إِلَّا منقطع کا نحوی اعتبار سے ماسبق سے کوئی تعلق نہیں

ہوتا بلکہ بالکل الگ ہوتا ہے اور اَنْ وما مصدریہ ہوتے ہیں اور انکے بعد کا لفظ انکے مصدر ہو کر مبتدا ہوتا ہے جو بظاہر منصوب لیکن محلاً مرفوع ہوتا ہے اور اسکی خبر عموماً حذف ہوتی ہے۔ إِلَّا منقطع کا ترجمہ لکن سے کیا جاتا ہے اگر خبر کو ظاہر کر دیا جائے تو پوری عبارت یوں ہوگی إِلَّا مشيئةُ الله نافذةٌ۔

ذیل میں ہم مذکورہ بالا جملوں کی اس اصول کی روشنی میں تشریح کریں گے۔ پھر آیت زیر بحث پر گفتگو کریں گے۔

قَدِ افْتَرَيْنَا عَلَى اللَّهِ كَذِبًا إِنْ عُدْنَا فِي مِلَّتِكُم بَعْدَ إِذْ نَجَّانَا اللَّهُ مِنْهَا ۚ وَمَا يَكُونُ لَنَا أَن نَّعُودَ فِيهَا إِلَّا أَن يَشَاءَ اللَّهُ ۔۔ الآية (اعراف ـ ۸۹)

"اگر ہم تمہارے مذہب میں واپس آ جائیں گے تو اللہ کی طرف جھوٹی بات منسوب کریں گے اور ہم ہرگز تمہارے مذہب میں دوبارہ نہیں آسکتے البتہ اللہ کی مشیت چلے گی"

إِلَّا أَن يَشَاءَ اللَّهُ کا ترجمہ عام مفسرین کے نزدیک یہ ہے ـ الا یہ کہ اللہ چاہے۔ اس کا مفہوم یہ ہوا کہ اللہ چاہے گا تو ہم پلٹ سکتے ہیں سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنسَىٰ ۝ إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ ۔ الخ (الاعلیٰ ـ ۶،۷)

عنقریب ہم تمہیں پڑھائیں گے تو تم نہیں بھولوگے البتہ اللہ کی مرضی ومشیت جاری وساری ہے یعنی کسی کے بس میں نہیں ہے کہ تم سے کوئی آیت بھلوا سکے اور عام مفسرین کے نزدیک اسکا ترجمہ یہ ہوگا کہ ہم تمہیں پڑھائیں گے کہ تم نہیں بھولوگے مگر جو اللہ چاہے اس ترجمہ کا ظاہری مفہوم یہ نکلتا ہے کہ اللہ جو چاہیگا بھلوا دیگا حالانکہ یہ سراسر دوسری آیت کے خلاف ہے۔

خَالِدِينَ فِيهَا مَا دَامَتِ السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ إِلَّا مَا شَاءَ رَبُّكَ ۚ (ھود ـ ۱۰۷)

"یہ (بدبخت) اس (جہنم) میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے البتہ تیرے رب کی مرضی ومشا ہی یہاں پر چلے گی۔ یعنی کسی کے بھی اختیار میں نہیں ہے کہ ان جہنمیوں کو دوزخ سے نکال دے یہی جملہ اسکے بعد والی آیت میں اہل جنت کے متعلق بھی فرمایا گیا ہے وہاں بھی یہی مفہوم ہے اور عام مفسرین کے نزدیک اس کا ترجمہ یہ ہوگا کہ "مگر جب تک تیرا رب چاہے" اسکا مفہوم یہ ہوا کہ ایک وقت ایسا بھی آسکتا ہے کہ اہل جہنم دوزخ سے اور اہل بہشت جنت سے نکل جائیں گے حالانکہ یہ سراسر قرآن کی دوسری آیات کے خلاف ہے کیونکہ

ان آیات میں خالدین کے - ابداً کا لفظ بھی موجود ہے اور ابد ایسی ہمیشگی کو کہتے ہیں جس کی کوئی انتہا ہی نہیں ہے۔ مولانا جلیل احسن ندوی کے نزدیک بھی ان آیات کی یہی [illegible] ہے یہی غلطی ہمارے مفسرین سے آیت زیر بحث میں بھی ہوئی ہے۔ یہاں بھی مخو تا الا کو متصل مان کر یہ ترجمہ کیا گیا ہے "الا یہ کہ اللہ چاہے" اور بعضوں نے یہ کیا ہے کہ "مگر اللہ کی مشیت کو ملا دیا کیجئے" اور یہی مفہوم عرفی مفسرین نے لیا ہے چنانچہ ان یشاء اللہ سے پہلے متلبساً محذوف مان کر اسے فاعل غداً سے حال بنا دیتے ہیں اور پوری عبارت انکے نزدیک یہ ہوتی ہے ولا تقولن لشیء انی فاعل ذلک غداً الا متلبساً بمشیة اللہ یعنی کسی چیز کے بارے میں تم یہ مت کہو کہ میں اسے کل کروں گا مگر اس حال میں کہ یہ قول اللہ کی مشیت سے ملا ہوا ہو۔ اور اس سے انشاء اللہ کہنے کا مفہوم لیتے ہیں حالانکہ الا کو منقطع مان لینے کی صورت میں اس تکلف کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ ان آیات میں واذکر ربک اذا نسیت کا جملہ اصلاً وقل عسیٰ ان یہدین ربی لاقرب من ہذا رشدا کے بعد میں ہے لیکن اللہ کے ذکر کی اہمیت کو واضح کرنے کیلئے اس کو مقدم رکھا گیا ہے۔ واذکر ربک کا مفہوم ہے واذکر ربک بالتوبة والاستغفار۔ اور نسیت میں ضمیر مفعول حذف ہے جو عام مفسرین کے نزدیک الا ان یشاء اللہ کی طرف لوٹتی ہے یعنی اگر انشاء اللہ کہنا بھول جاؤ تو اپنے رب کو یاد کر لیا کرو لیکن یہ صحیح نہیں بلکہ ہمارے نزدیک ربک کی طرف لوٹتی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

ان آیات سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ ایک بندۂ مومن اور داعی حق کا اصل اعتماد اللہ پر ہونا چاہیے جب وہ کوئی کام کرے اور جب کسی سے وعدہ کرے تو اس وقت اسے یہ احساس ہونا چاہیے کہ میرا یہ کام یا میرا یہ وعدہ اسی وقت تکمیل کو پہنچ سکتا ہے جب اللہ کی مرضی و مشیت شامل حال ہوگی۔

اگر خدانخواستہ اس وقت یہ احساس دل میں نہ رہے تو بعد میں توبہ استغفار کر کے اس کمزوری کی تلافی کر لینی چاہیے۔

مضمون صفحہ کے ایک طرف اور
خوشخط لکھ کر
روانہ کریں

بارگاہِ رسالت سے

مولانا ابوبکر اصلاحی۔ صدر جامعہ

حسنِ نیت

عَنْ عَلْقَمَةَ ابْنِ وَقَّاصٍ اللَّيْثِيِّ يَقُوْلُ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَلَى الْمِنْبَرِ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَإِنَّمَا لِامْرِئٍ مَا نَوَى فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى دُنْيَا يُصِيْبُهَا أَوْ إِلَى امْرَأَةٍ يَنْكِحُهَا فَهِجْرَتُهُ إِلَى مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ۔ (بخاری)

علقمہ بن وقاص لیثی کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب کو میں نے منبر سے کہتے سنا وہ کہہ رہے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر آدمی کو وہی ملے گا جس کی اس نے نیت کی ہوگی۔ تو جس شخص کی ہجرت دنیا حاصل کرنے کیلئے یا کسی عورت سے نکاح کرنے کیلئے ہو تو اسکی ہجرت کا معاوضہ وہی چیز ہوگی جسکے لئے اس نے ہجرت کی ہے۔

انسانی اعمال کے اثرات و نتائج دنیا میں بھی ظاہر ہوتے ہیں اور آخرت میں بھی ظاہر ہوں گے۔ دنیا میں تو ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ عمل کا نتیجہ سامنے نہ آئے لیکن آخرت میں لازماً ہر اچھے اور برے عمل کا نتیجہ سامنے آکر رہیگا وہاں کے سلسلے میں بتایا جا رہا ہے کہ عمل کا نتیجہ اسکی ظاہری شکل سے متعلق نہ ہوگا کہ اگر عمل اچھا ہے تو لازماً نتیجہ بھی اچھا اور بہتر ہی سامنے آئے بلکہ آخرت میں نتیجے کا دارومدار نیت پر ہوگا۔ عمل صالح ہے تو اس کے بہتر نتیجہ کیلئے نیت بھی صالح ہونی چاہیے۔ عمل صالح کے تحت اگر نیت صالح نہیں ہے تو بہتر نتیجے اور عمدہ اجر کی توقع ہرگز نہیں رکھنی چاہیے۔

ہجرت بہت ہی اعلیٰ و ارفع اور عزیمت والا عمل ہے۔ اپنے گھر بار، عزیز و اقارب، زمین و جائداد اور مانوس و مالوف سرزمین کو خیرباد کہہ کر کسی اجنبی و غیر مانوس مقام پر چلے جانا ہجرت ہے۔ اصحاب عزیمت ہی اس کار عظیم کی جرأت کر سکتے ہیں اس لحاظ سے اس کا اجر بھی عظیم ہونا چاہیے۔ اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کا اجر بہت عظیم ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے یہاں صرف ظاہری شکل ہی نہیں دیکھا جائیگا

بلکہ یہ بھی دیکھا جائیگا کہ اس ظاہری عمل کے تحت اس کی نیت کیا تھی۔ اگر اس نے اللہ کیلئے اس کے دین کیلئے، اس کے رسول کی سنت کو قائم کرنے اور اس پر برقرار رہنے کیلئے ہجرت کی ہے۔ تو یقیناً اللہ تعالیٰ اس کو اس کا پورا پورا صلہ عطا فرمائیگا۔ لیکن اگر مقصود اللہ کی رضا اور اسکی خوشنودی نہ تھی۔ بلکہ کوئی دنیاوی غرض تھی تو اس کا بھی امکان ہے کہ وہ غرض حاصل ہو جائے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ناکامی حصے میں آئے بہرحال کسی بھی صورت سے سابقہ پیش آیا ہو، آخرت میں ایسے شخص کو کوئی اجر نہیں ملیگا۔

اس حدیث شریف میں یہ بتانے کے بعد کہ "عمل کا دارومدار نیتوں پر ہے"، فرمایا گیا کہ "جس شخص نے دنیا حاصل کرنے کیلئے یا کسی عورت سے نکاح کی غرض سے ہجرت کی تو اسکی ہجرت انھیں چیزوں کیلئے سمجھی جائیگی" اب وہ چیزیں حاصل کر پاتا ہے یا نہیں، اسکی قسمت جانے، باقی رہا آخرت کا اجر، تو اس کے لئے اس نے ہجرت کی ہی کہاں تھی کہ اسکی توقع باندھے غرض ہو دنیا اور متاع دنیا۔ اور حصے میں آئے فلاح آخرت، یہ ناممکن ہے

بخاری شریف ہی کی ایک دوسری روایت میں یہ الفاظ مزید ہیں کہ

فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ فَهِجْرَتُهُ إِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ۔

تو جس کی ہجرت اللہ و رسول کی طرف ہو تو اسکی ہجرت اللہ و رسول کیلئے ہوگی۔

اس سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ جس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہے تو اسی کی ہجرت حقیقی ہجرت ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہی ہجرت معتبر ہے اسی سے اجر کا استحقاق پیدا ہوتا ہے اور ایسے ہی بندے کو اللہ تعالیٰ اپنے عظیم اجر سے نوازے گا اور جنت جیسی گرانمایہ نعمت سے سرفراز فرمائے گا۔

انسان کا عجیب حال ہے دنیا اور متاع دنیا کے حصول کی غرض سے ان کاموں کو بھی انجام دیتا ہے جو مقدس ہیں اور جن کے عظیم صلہ سے پذیرائی اللہ تعالیٰ ہی کے بس کی بات ہے دنیا کے حقیر فائدوں کیلئے ان اعلیٰ وارفع اعمال کے تقدس کو بٹہ لگاتا ہے حالانکہ وہ حقیر فائدے بھی قطعی نہیں ہیں بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ معاملہ اس کے برعکس ہے حدیث شریف پڑھیئے۔

عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَانَتْ نِيَّتُهُ طَلَبَ الْآخِرَةِ جَعَلَ اللّٰهُ غِنَاهُ فِي قَلْبِهِ وَجَمَعَ لَهُ شَمْلَهُ وَأَتَتْهُ الدُّنْيَا وَهِيَ رَاغِمَةٌ وَمَنْ كَانَتْ نِيَّتُهُ طَلَبَ الدُّنْيَا جَعَلَ اللّٰهُ الْفَقْرَ بَيْنَ عَيْنَيْهِ وَشَتَّتَ عَلَيْهِ أَمْرَهُ وَلَا يَأْتِيْهِ مِنْهَا إِلَّا مَا كُتِبَ لَهُ۔ (ترمذی)

حضرت انس سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کی نیت حصول آخرت ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے دل میں استغنا پیدا کر دیتا ہے اور اس کے انتشار فکر و عمل کو دور کر دیتا ہے اور دنیا اس کے پاس فروتنی کے ساتھ مطیع ہو کر آتی ہے اور جس شخص کی نیت حصول دنیا ہو تو اللہ تعالیٰ محتاجی کو اس کے سامنے کر دیتا ہے اور اس کے معاملے کو پراگندہ کر دیتا ہے اور اسے دنیا میں سے وہی کچھ ملتا ہے جو مقدر کر دیا گیا ہے۔

انسان اشرف المخلوقات ہے اس کو عقل و فہم جیسی عظیم نعمت سے نوازا گیا ہے تاکہ اس سے کام لیکر وہ اپنے نفع و نقصان کو پہچانے اور دنیا میں وہ رویہ اختیار کرے جس میں اس کا سراسر فائدہ ہے اور وہ روش ترک کر دے جس میں نقصان ہی نقصان ہے لیکن انسان اپنی عقل سے کام نہ لیکر عجب نادانی کرتا ہے حقیقی اور ابدی فائدے کو نظر انداز کر کے وقتی اور ہنگامی فائدے کی طرف لپکتا ہے تو مشفق آقا اسکی طرف سے اپنی نظر کرم پھیر لیتا ہے وہ دنیا کی طرف لپکتا ہے اور دنیا اس سے دور بھاگتی ہے وہ اپنے معاملات کو سنوارنا چاہتا ہے وہ اور زیادہ بگڑ جاتے ہیں۔ وہ خوشحال اور فارغ البال بننا چاہتا ہے اور مفلسی و تنگدستی اس کے سامنے آموجود ہوتی ہے وہ یہاں سکون و اطمینان کے لئے ہر طرح کے جتن کرتا ہے اور بے اطمینانی و پراگندہ حالی اس کے حصہ میں آتی ہے وہ اپنی ساری جد و جہد دنیا اور متاع دنیا کے لیے صرف کر ڈالتا ہے مگر اس کے حصہ میں وہی آتا ہے جتنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے فیصلہ فرما دیا ہے پس دنیا کیلئے اس نے آخرت کو نظر انداز کیا اور دنیا بھی اس کے حصے میں نہیں آئی، اسطرح آخرت تو گئی ہی تھی دنیا بھی حاصل نہ ہو سکی۔

خوش نصیب وہ شخص ہے جس نے عقل و فہم سے کام لیا اور فلاح آخرت کو اپنا مطمح نظر بنایا، اللہ تعالیٰ کی نظروں میں بندے کا یہ فیصلہ بڑا ہی پسندیدہ ہے اس لئے آخرت میں اسے فوز و کامرانی سے تو ہمکنار کریگا ہی دنیا میں بھی اسے اپنی نظر کرم

سے نوازتا ہے، اس کے قلب میں غنا پیدا کر دیتا ہے اور یہ حقیقت ہے کہ اصلی مالداری دل کی مالداری ہے مثل ہے کہ:

تونگری بدل است نہ بمال — مالداری دل سے ہے نہ کہ مال سے

اللہ تعالیٰ اسے خوشحالی و فارغ البالی بھی عطا فرماتا ہے اور اس کے سارے مسائل کو حل فرما دیتا ہے اسکی الجھنوں کو دور فرما دیتا ہے اور اسے ذہنی و قلبی سکون و اطمینان سے نوازتا ہے اور دنیا بھی اس کے سامنے آتی ہے تاکہ اسکی طلب پوری کرے۔

مومن کیلئے فوز و کامرانی اسی میں ہے کہ وہ دنیا میں جب تک زندہ ہے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے اور جو کچھ بھی کرے اس میں اللہ کی رضا و خوشنودی کو پیش نظر رکھے، اگر اس کے اعمال صالحہ میں اخلاص نہ رہا اللہ کی رضا اور فلاح آخرت مقصود نہ رہی تو ان اعمال کا بھی کوئی صلہ نہیں ملیگا جو بظاہر اعمال صالحہ ہوں گے بلکہ الٹا وبال حصے میں آئیگا۔ حدیث شریف پڑھئے:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَوَّلَ النَّاسِ یُقْضٰی عَلَیْهِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ رَجُلٌ اُسْتُشْهِدَ فَاُتِیَ بِهٖ فَعَرَّفَهٗ نِعْمَتَهٗ فَعَرَفَهَا فَقَالَ فَمَا عَمِلْتَ فِیْهَا؟ قَالَ قَاتَلْتُ فِیْكَ حَتّٰی اسْتُشْهِدْتُ قَالَ كَذَبْتَ وَلٰكِنَّكَ قَاتَلْتَ لِاَنْ یُّقَالَ جَرِیْءٌ فَقَدْ قِیْلَ ثُمَّ اُمِرَ بِهٖ فَسُحِبَ عَلٰی وَجْهِهٖ حَتّٰی اُلْقِیَ فِی النَّارِ وَرَجُلٌ تَعَلَّمَ الْعِلْمَ وَعَلَّمَهٗ وَقَرَاَ الْقُرْاٰنَ فَاُتِیَ بِهٖ فَعَرَّفَهٗ نِعَمَهٗ فَعَرَفَهَا قَالَ فَمَا عَمِلْتَ فِیْهَا؟ قَالَ تَعَلَّمْتُ الْعِلْمَ وَعَلَّمْتُهٗ وَقَرَاْتُ فِیْكَ الْقُرْاٰنَ قَالَ كَذَبْتَ وَلٰكِنَّكَ تَعَلَّمْتَ الْعِلْمَ لِیُقَالَ اِنَّكَ عَالِمٌ وَقَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ لِیُقَالَ هُوَ قَارِیٌ فَقَدْ قِیْلَ ثُمَّ اُمِرَ بِهٖ فَسُحِبَ عَلٰی وَجْهِهٖ حَتّٰی اُلْقِیَ فِی النَّارِ وَرَجُلٌ وَسَّعَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاَعْطَاهُ مِنْ اَصْنَافِ الْمَالِ كُلِّهٖ فَاُتِیَ بِهٖ فَعَرَّفَهٗ نِعَمَهٗ فَعَرَفَهَا قَالَ فَمَا عَمِلْتَ فِیْهَا؟ قَالَ مَا تَرَكْتُ مِنْ سَبِیْلٍ تُحِبُّ اَنْ یُّنْفَقَ فِیْهَا اِلَّا اَنْفَقْتُ فِیْهَا لَكَ قَالَ كَذَبْتَ وَلٰكِنَّكَ فَعَلْتَ لِیُقَالَ هُوَ جَوَادٌ فَقَدْ قِیْلَ ثُمَّ اُمِرَ بِهٖ فَسُحِبَ عَلٰی وَجْهِهٖ ثُمَّ اُلْقِیَ فِی النَّارِ (مسلم)

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پہلا شخص جس کے بارے میں قیامت کے دن فیصلہ

کیا جائیگا ایک ایسا شخص ہوگا جسے شہید کیا گیا ہوگا۔ تو اسے لایا جائیگا تو اللہ تعالیٰ اسے اپنی نعمت بتائیگا تو وہ اس کا اقرار کریگا۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا تم نے اس کے سلسلے میں کیا کیا؟ وہ کہے گا میں نے تیری راہ میں جنگ کی یہاں تک کہ شہید ہوگیا اللہ تعالیٰ فرمائے گا، تو جھوٹا ہے تو نے تو اس لئے جنگ کی تھی کہ بہادر کہا جائے چنانچہ بہادر کہا گیا۔ پھر اس کے بارے میں حکم ہوگا تو اسے منہ کے بل گھسیٹ کر لے جایا جائیگا یہاں تک کہ جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ اور ایک ایسا آدمی ہوگا جس نے علم سیکھا ہوگا اور لوگوں کو سکھایا ہوگا اور قرآن پڑھا ہوگا تو اسے لایا جائے گا تو اللہ تعالیٰ اسے اپنی نعمتوں کو یاد دلائے گا تو وہ اقرار کریگا۔ تو اللہ تعالیٰ سوال کریگا کہ ان کے سلسلے میں تو نے کیا کیا؟ تو وہ کہے گا۔ میں نے علم سیکھا اور اسے لوگوں کو سکھایا اور تیرے لئے قرآن پڑھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیگا تم جھوٹ کہہ رہے ہو۔ تم نے تو علم اس لئے سیکھا کہ عالم کہے جاؤ اور قرآن پڑھا تاکہ قاری کہے جاؤ۔ تو تمہیں دنیا میں کہا گیا۔ پھر اس کے بارے میں حکم ہوگا تو اسے منہ کے بل گھسیٹ کر لیجایا جائیگا۔ یہاں تک کہ جہنم میں ڈالدیا جائیگا۔ اور ایک ایسا آدمی ہوگا جسے اللہ تعالیٰ نے کشادگی عطا کی ہوگا اور ہر طرح کے مال سے نوازا ہوگا۔ تو اسے لایا جائیگا تو اللہ تعالیٰ اسے اپنی نعمتوں کی یاد دلائیگا وہ اقرار کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس سے سوال کریگا تو نے اس کے سلسلے میں کیا کیا؟ وہ جواب دیگا۔ ہر وہ راستہ جسمیں خرچ کرنا تجھے پسند ہے میں نے خرچ کیا اللہ تعالیٰ فرمائیگا تم غلط کہتے ہو بلکہ تم نے اس لئے خرچ کیا کہ تم کو سخی کہا جائے تو سخی کہا گیا۔ پھر حکم ہوگا تو اسے منہ کے بل گھسیٹ کر لیجایا جائیگا اور جہنم میں جھونک دیا جائیگا۔

مندرجہ بالا حدیث میں جن اعمال کا ذکر آیا ہے بظاہر وہ نہایت ہی ارفع و اعلیٰ ہیں اور صاحبان اعمال کے بلندی درجات کا کیا کہنا۔ علماء کے لئے کہا گیا کہ وہ انبیاء کے وارث ہیں، شہداء بغیر حساب کتاب جنت میں جائیں گے، وہ دولتمند قابل رشک ہے جو اپنے مال کو راہ حق میں خرچ کرے لیکن یہ سب کچھ اس صورت میں

(بقیہ صفحہ ۲۶ پر)

حضرت زید الخیر رضی اللہ عنہ

ایک صحابیِ رسول جو ایمان لانے کے بعد کسی ادنیٰ ترین گناہ کے بھی مرتکب نہ ہوئے

تحریر۔ الدکتور عبد الرحمٰن رافت الباشا
ترجمانی۔ ابو جاوید اشرف جاھد

انسان فطری طور پر خیر و شر کا سرچشمہ ہے۔

جو لوگ اپنے دورِ جاہلیت میں بہتر ہوتے ہیں ان لوگوں میں اسلام لانے کے بعد بھی خیر و صلاح کا عنصر غالب ہوتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک جلیل القدر صحابی کی دو تصویریں ہمارے سامنے ہیں۔ ایک تصویر جاہلیت کے ہاتھوں نے بنائی ہے۔ اور دوسری اسلام کی انگلیوں کی مرہون منت ہے۔

وہ صحابی حضرت زید الخیل ہیں۔۔۔

زمانۂ جاہلیت میں لوگ انھیں اسی نام سے پکارتے تھے ـــــ اور اسلام لانے کے بعد رسول کریمؐ نے انھیں زید الخیر کے نام سے یاد فرمایا۔

عربی ادب کی کتابوں میں انکی پہلی تصویر کے نقوش یوں ابھارے گئے ہیں۔

امام شیبانی نے قبیلہ بنو عامر کے ایک بزرگ کا بیان ان الفاظ میں نقل کیا ہے۔

" ایک سال ہمارے علاقے میں زبردست قحط اور خشک سالی نے ایسی قیامت برپا کی کہ کھیت اور باغ سوکھ گئے اور جانور ہلاک ہونے لگے۔ حالات کی سختی سے تنگ آ کر ہمارے قبیلے کا ایک شخص اپنے اہل و عیال کو لیکر حیرہ[1] چلا گیا۔ اور انھیں وہاں چھوڑ کر ان سے رخصت ہوتے ہوئے بولا۔

" جب تک میں تمہارے پاس لوٹ کر نہ آ جاؤں تم لوگ یہیں میرا انتظار کرنا۔"

پھر اس نے قسم کھائی کہ میں ان کے پاس آؤں گا تو مال و دولت کے ساتھ ورنہ اسی کوشش میں اپنی جان دے دوں گا۔

[1] عراق کا ایک شہر جو نجف اور کوفہ کے درمیان واقع ہے۔

پھر اسنے کچھ زادِ راہ اپنے ساتھ لیا اور پیدل ہی چل پڑا۔ وہ دن بھر چلتا رہا۔ رات کے سائے گہرے ہونے لگے تو اس نے دیکھا کہ سامنے ایک خیمہ نصب ہے۔ اور اسکے قریب ہی گھوڑے کا ایک بچھڑا بندھا ہوا ہے۔

اسے دیکھ کر اسنے اپنے دل میں کہا

" یہ پہلا مال غنیمت ہے جو میرے ہاتھ لگا ہے۔"

پھر وہ بچھڑے کے پاس پہونچا اور اس کی رسی کھول لیا۔ اور ابھی اس پر سوار ہونے کا ارادہ ہی کر رہا تھا کہ اسکے کانوں میں آواز آئی۔

" اسے چھوڑ دو اور جان کی خیر چاہتے ہو تو فوراً یہاں سے چلے جاؤ۔"

وہ بچھڑے کو چھوڑ کر آگے چل پڑا اور سات روز تک چلتا رہا۔ چلتے چلتے وہ ایک ایسی جگہ پہنچ گیا۔ جہاں اونٹوں کا ایک باڑا تھا۔ باڑے کے قریب ہی بالوں کا ایک بہت بڑا خیمہ اور اسکے اندر چمڑے کا ایک چھوٹا سا گول خیمہ تھا۔ یہ چیزیں اپنے مالک کے صاحب ثروت اور خوش حال ہونے کا پتہ دے رہی تھیں۔ اس نے اپنے جی میں کہا۔ اس باڑے میں رہنے والے اونٹ بھی ہونگے اور اس خیمے میں رہنے والے اسکے مکین بھی۔ پھر اس نے خیمہ کے اندرونی ماحول پر ایک نظر ڈالی ـــــــ سورج اب افق مغرب کے آخری سرے پر پہنچ کر غروب ہونے کی تیاری کر رہا تھا ـــــ تو اس نے خیمے کے وسط میں ایک نہایت ضعیف العمر شخص کو دیکھا۔ وہ اسکے پیچھے جا کر بیٹھ گیا۔ مگر بوڑھے کو اسکا بالکل علم نہیں ہوا۔ چند لمحوں کے بعد آفتاب غروب ہو گیا۔ اور اسے سامنے سے آتا ہوا ایک سوار نظر آیا جو بے مثل قد و قامت اور ڈیل ڈول کا مالک تھا۔ وہ ایک بلند و بالا گھوڑے پر سوار چلا آ رہا تھا۔ اور دو غلام اسکی دونوں جانب پیدل چل رہے تھے۔ باڑے میں پہنچکر سب سے پہلے بڑا اونٹ بیٹھا پھر باقی اونٹ بھی اسکے ارد گرد بیٹھ گئے۔

" اس اونٹنی کو دوہو۔" سوار نے ایک صحت مند اونٹنی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ایک غلام کو حکم دیا۔ " اور شیخ کو پلاؤ۔"

غلام نے فوراً حکم کی تعمیل کی۔ اونٹنی کو دوہا اور دودھ سے بھرا ہوا برتن بوڑھے کے آگے رکھ کر خیمے سے باہر نکل گیا۔ بوڑھے نے اسمیں سے ایک دو گھونٹ دودھ پی کر برتن نیچے رکھ دیا۔ اس آدمی نے کہا کہ میں آہستہ سے اسکی طرف کھسک گیا۔ برتن اٹھایا اور اسے منھ سے لگا کر خالی کر دیا۔ اور پھر واپس زمین پر رکھ دیا۔ غلام نے آکر برتن اٹھایا

اور باہر چلا گیا۔ اور اپنے مالک سے بولا "آقا! شیخ نے پورا دودھ پی لیا"۔

سوار یہ سن کر بہت خوش ہوا اور دوسری اونٹنی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا "اسے بھی دوہو اور شیخ کو پیش کرو"۔

غلام اسکا حکم بجا لایا اور دودھ سے بھرا ہوا برتن بوڑھے کے آگے رکھ دیا۔ بوڑھے نے اسمیں سے صرف ایک گھونٹ پیا اور برتن نیچے رکھ دیا۔ میں نے اسے اٹھا کر اسمیں سے آدھا دودھ پیا اور باقی دودھ اس خیال سے بچا دیا کہ کہیں سوار کے دل میں کوئی شبہ نہ پیدا ہو جائے۔

پھر سوار نے دوسرے غلام کو ایک بکری ذبح کرنے کا حکم دیا۔ اس نے حسب حکم بکری کو ذبح کر دیا۔ تو سوار اٹھ کر اسکے پاس آیا اور بوڑھے کے لئے اسمیں سے کچھ گوشت بھونا اور اسے اپنے ہاتھ سے کھلایا۔ جب وہ آسودہ ہو گیا تو باقی ماندہ گوشت اس نے اور اسکے دونوں غلاموں نے کھایا۔ پھر وہ سب اپنے اپنے بستروں پہ چلے گئے۔ اور تھوڑی ہی دیر بعد گہری نیند میں ڈوب کر خراٹے لینے لگے۔ اب میں چپکے سے اٹھ کر بڑے اونٹ کے پاس پہنچا۔ اور رسّی کھول کر اس پر سوار ہو گیا۔ اونٹ تیزی سے چل پڑا۔ دوسرے اونٹ بھی اسکے پیچھے لگ گئے۔ میں رات بھر چلتا رہا۔ صبح کا اجالا پھیلنے لگا تو میں نے اپنے چاروں طرف نظر دوڑائی۔ مگر کوئی شخص میرا تعاقب کرتا ہوا نظر نہیں آیا۔ میں نے اونٹ کی رفتار اور تیز کر دی اور برابر چلتا رہا حتی کہ سورج کافی بلند ہو گیا۔ میں نے ایک بار پھر پیچھے مڑ کر دیکھا تو دور فاصلے پر کوئی چیز نظر آئی جیسے کوئی گدھ یا کوئی دوسرا بہت بڑا پرندہ ہو۔ وہ چیز مجھ سے قریب ہوتی گئی۔ جب اسکی شکل صاف اور واضح طور پر نظر آنے لگی تو میں نے دیکھا کہ وہ کوئی آدمی ہے جو گھوڑے پر سوار چلا آرہا ہے۔ وہ برابر میرے نزدیک آتا گیا۔ یہاں تک کہ میں نے اسے پہچان لیا۔ وہ وہی سوار تھا اور اونٹوں کو تلاش کرتا ہوا یہاں تک آپہنچا تھا۔ اسوقت میں نے اونٹوں کو باندھ دیا اور ترکش سے ایک تیر نکال کر کمان پر چڑھا لیا۔ اور اونٹ کو اپنے پیچھے رکھا۔ یہ دیکھ کر سوار کچھ دور فاصلے پر رک گیا۔ اور مجھ سے بولا۔

"اونٹ کی رسی کھول دو"

"ہرگز نہیں۔ میں اسکی رسی ہرگز نہیں کھولوں گا" میں نے کہا "میں اپنے پیچھے حیرہ میں بھوک

سے بلکتے ہوئے بچوں اور فاقہ کی سختیاں جھیلتے ہوئے پریشان حال اہل وعیال کو چھوڑ کر آیا ہوں۔ اور یہ قسم کھائی ہے کہ میں انکے پاس مال لیکر لوٹوں گا ورنہ اسی کوشش میں مر جاؤنگا"

"تو سمجھ لو کہ تم مر چکے ہو۔ تمہارا برا ہو۔ اونٹ کی رسی کھول دو" اسنے مجھے ڈانٹتے ہوئے گرج کر کہا۔ "ہرگز نہیں کھولوں گا" میں نے بھی اسی انداز میں جواب دیا۔

تب اس نے کچھ نرم ہوتے ہوئے کہا۔ "تم بڑی غلط فہمی میں مبتلا ہو۔ اور دھوکہ کھا رہے ہو" پھر بولا "اچھا اونٹ کی نکیل لٹکاؤ ——— نکیل میں تین گرہیں تھیں ——— "اور بتاؤ کون سی گرہ میں تیر ماروں"

میں نے بیچ والی گرہ کی طرف اشارہ کر دیا۔ اسنے تیر چھوڑا اور وہ آکر اسکے بیچوں بیچ اٹک گیا۔ جیسے اپنے ہاتھ سے اسمیں پھنسایا ہو۔ پھر اسنے یکے بعد دیگرے دونوں باقی گرہوں کو بھی اپنے تیروں کا نشانہ بنا لیا۔ یہ دیکھ کر میں نے اپنے تیر کو ترکش میں واپس رکھ دیا اور گردن جھکا کر کھڑا ہو گیا۔ وہ میرے قریب آیا اور اسنے میری تلوار اور کمان کو اپنے قبضے میں کرتے ہوئے مجھے اپنے پیچھے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ جب میں چپ چاپ اسکے پیچھے سوار ہو گیا تو مجھ سے مخاطب ہوا۔ "تمہارا کیا خیال ہے؟ میں تمہارے ساتھ کیسا برتاؤ کرونگا"۔

"بہت برا" میں نے جواب دیا۔

"یہ کیوں؟" اسنے دریافت کیا۔

"اس لئے کہ میں نے تمہارے ساتھ غلط طریقہ اپنایا اور تمہیں سخت پریشانی میں مبتلا کیا۔ اور اب اللہ نے تمہیں میرے اوپر قابو دے دیا ہے" میں نے احساس ندامت کے ساتھ کہا۔

اس نے کہا "تم سمجھتے ہو کہ میں تمہارے ساتھ کوئی برا سلوک کرونگا جب کہ تم مہلہل کے ساتھ کھانے پینے میں شریک اور رات انکے ہم نشین رہ چکے ہو"؟

مہلہل کا نام سنا تو میں نے اس سے کہا کہ "تم زید الخیل ہو"؟

"ہاں میں زید الخیل ہوں" اسنے جواب دیا۔

"تب تو میں ایک بہترین شخص کا قیدی ہوا۔ امید ہے کہ تم میرے ساتھ عمدہ اور فراخدلانہ برتاؤ کرو گے"

"تمہیں کوئی تکلیف نہیں ہوگی" کہا، اور مجھے لیکر اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گیا۔

"خدا کی قسم اگر یہ اونٹ میرے ہوتے تو انہیں تمہارے حوالے کر دیتا۔ لیکن یہ میری بہن کے ہیں۔ اب تم چند روز میرے پاس ٹھہرو میں عنقریب ایک جگہ حملہ کرنے والا ہوں۔ جہاں مجھے کافی مال غنیمت ہاتھ آنے کی توقع ہے۔" اسنے منزل پر پہنچکر مجھے اطمینان دلاتے ہوئے کہا اور تین دن کے بعد ہی اسنے بنی نمیر پر حملہ کیا اس حملہ میں تقریباً سو اونٹ اسکے ہاتھ آئے۔ اسنے وہ سارے اونٹ مجھے دے دیئے۔ اور میری حفاظت کے لیے اپنے کچھ غلاموں کو میرے ساتھ کر دیا۔ اور میں بخیر وعافیت حیرہ پہنچ گیا۔"

یہ زید الخیل کی ان کے دور جاہلیت کی تصویر تھی۔ ان کے زمانۂ اسلام کی تصویر کے نقوش کتب سیرت میں اس طرح نمایاں کیئے گئے ہیں۔

جب نبی کریمؐ کی بعثت کی خبر زید الخیل کے کانوں میں پہنچی اور وہ ان کی دعوت سے کسی قدر آگاہ ہوئے تو انھوں نے اپنی سواری کو سفر کے لیے تیار کیا اور اپنے قبیلے کے بڑے بڑے سرداروں کو یثرب چلنے اور نبیؐ سے ملاقات کرنے کیلئے بلایا۔ بنی طے کا جو وفد انکے ساتھ روانہ ہوا انھیں زر ابن سدوس، مالک بن جبیر اور عامر ابن جوین جیسے اکابر قبیلہ شامل تھے۔ جب یہ لوگ مدینہ پہنچے تو سب سے پہلے مسجد نبوی کا رخ کیا اور اسکے دروازے پر پہنچکر اپنی اپنی سواریوں سے اتر پڑے۔ اس وقت نبی کریمؐ منبر پر تشریف فرما تھے اور مسلمانوں کو وعظ ونصیحت فرما رہے تھے۔ حضورؐ کا خطاب سن کر اور آپکے ساتھ صحابہ کرام کی گرویدگی اور ان کی توجہ واثر پذیری کو دیکھ کر وفد کے لوگ سخت حیرت و تعجب سے دوچار ہوئے۔ رسول اللہؐ نے ان لوگوں کو دیکھا تو مسلمانوں سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا۔

"میں تمہارے لیئے عزیٰ اور تمہارے دوسرے تمام معبودوں سے بہتر ہوں۔ میں تمہارے لئے بہتر ہوں اس سیاہ اونٹ سے جسکی خدا کو چھوڑ کر تم پرستش کرتے ہو"

رسول اللہؐ کی یہ بات سن کر زید الخیل اور انکے ساتھیوں پر دو مختلف اور الگ الگ قسم کے اثرات مترتب ہوئے۔ کچھ لوگوں نے حق کی اس دعوت پر لبیک کہا اور آگے بڑھ کر اسے قبول کرلیا۔ اور کچھ لوگوں نے اس سے اعراض کیا اور از راہ تکبر اسکو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ زر ابن سدوس نے مسلمانوں کی نگاہوں

میں آپ کیلئے بے پناہ جذبات عقیدت واحترام کا عکس دیکھا تو وہ حسد کی آگ میں جلنے لگا۔ اور اسکا دل خوف سے بھر گیا۔ اسنے اپنے ساتھ والوں سے کہا۔

"میری نگاہیں ایک ایسے شخص کو دیکھ رہی ہیں جسکے آگے تمام عرب کی گردنیں جھک جائیں گی۔ خدا کی قسم میں ہرگز اسکے سامنے سر تسلیم و اطاعت خم نہیں کر سکتا۔"

اس کے بعد وہ شام کی طرف نکل گیا اور وہاں اسنے راہبوں کی طرح اپنا سر منڈا کر نصرانیت اختیار کرلی۔ البتہ زید الخیل اور انکے دوسرے ساتھیوں کا معاملہ اس سے بالکل مختلف تھا۔ حضورؐ نے جیسے ہی اپنا خطبہ ختم کیا۔ زید الخیل مسلمانوں کے مجمع میں کھڑے ہوگئے ــــ وہ نہایت شکیل و وجیہہ، متناسب الاعضاء اور طویل القامت شخص تھے۔ جب گھوڑے پر سوار ہوتے تو انکے دونوں پاؤں زمین تک پہنچ جاتے۔ ایسا لگتا کہ وہ گھوڑے پر نہیں کسی گدھے پر سوار ہیں ــــ انھوں نے کھڑے ہوکر اونچی اور بلند آواز میں کہا۔

"یا محمد! اشہد ان لا الہ الا اللہ و انک رسول اللہ۔"

رسول اللہؐ نے انکی طرف متوجہ ہوتے ہوئے فرمایا

"تم کون ہو؟"

"میں زید الخیل ابن مہلہل ہوں" انھوں نے نہایت ادب سے جواب دیا۔

"تم زید الخیل نہیں۔ زید الخیرؓ ہو" آپؐ نے ارشاد فرمایا۔

"خدا کا شکر ہے کہ اسنے تم کو یہاں تک پہنچایا اور تمہارے دل کو قبول اسلام کیلئے نرم کر دیا"

اس کے بعد وہ زید الخیر کے نام سے معروف ہوگئے۔

پھر رسول اللہؐ انکو اپنے مکان پر لے گئے۔ اس وقت آپ کے ساتھ حضرت عمرؓ ابن خطاب اور صحابہ کی ایک جماعت بھی تھی۔ جب یہ لوگ گھر پہنچے تو رسول اکرمؐ نے زیدؓ کے بیٹھنے کے لیے ایک مسند زمین پر ڈال دیا۔ حضرت زیدؓ نے آپکے سامنے اس پر بیٹھنے کو بے ادبی پر محمول کرتے ہوئے اسے آپؐ کی طرف واپس کر دیا۔ یہ عمل دونوں جانب سے تین بار دہرایا گیا۔ جب سب لوگ اپنی اپنی جگہوں پر بیٹھ گئے تو رسول اللہؐ نے حضرت زید الخیرؓ سے مخاطب ہوکر فرمایا۔

"زید الخیر! تمہارے علاوہ اس سے پہلے جس کسی کے اوصاف میرے سامنے بیان کئے گئے اور بعد میں میں نے اسکو دیکھا تو اسکے

بیان کردہ اوصاف سے کمتر ہی پایا۔ پھر فرمایا۔

"زید! تمہارے اندر دو ایسی خصلتیں ہیں جو خدا اور اسکے رسول کے نزدیک نہایت پسندیدہ اور محبوب ہیں۔"

"اے اللہ کے رسولؐ وہ دونوں خصلتیں کون سی ہیں؟" زیدؓ نے پرشوق لہجے میں سوال کیا۔

"وقار اور حلم" آپؐ نے جواب دیا۔

"خدا کا شکر ہے کہ اس نے میرے اندر ایسی خصلتیں پیدا کی ہیں جو اسکو اور اسکے رسولؐ کو پسند ہیں" زیدؓ نے نظریں جھکائے ہوئے کہا۔ اور خوشی ان کے لہجے سے چھلک رہی تھی۔ پھر انھوں نے سر اٹھا کر رسول اللہؐ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"اے اللہ کے رسولؐ! آپ مجھے صرف تین سو سواروں کا ایک دستہ دے دیں میں اس بات کی آپؐ کو ضمانت دیتا ہوں کہ میں انکو ساتھ لیکر بلادِ روم پر حملہ کروں گا اور زبردست فتح و کامرانی حاصل کروں گا۔"

آپ نے انکی اس بلند ہمتی اور عالی حوصلگی کو دیکھا تو فرمایا۔

"شاباش اے زید! تم کتنے باعزم اور حوصلہ مند ہو۔"

اس گفتگو کے بعد حضرت زیدؓ الخیر کے ساتھ آنے والے انکی قوم کے تمام لوگوں نے بھی اسلام قبول کر لیا۔

جب حضرت زید الخیرؓ اور انکے ساتھیوں نے اپنے وطن نجد کی طرف واپسی کا ارادہ کیا تو رسول اکرمؐ نے انھیں رخصت کرتے ہوئے فرمایا۔

"یہ شخص کتنا عظیم ہے۔ اگر یہ مدینہ کی وبا سے محفوظ رہ گیا تو آئندہ زبردست کارنامے انجام دے گا۔"

(اس زمانے میں مدینہ منورہ میں وبائی بخار پھیلا ہوا تھا۔)

مدینہ منورہ سے روانگی کے قبل ہی حضرت زیدؓ الخیر اس وبائی بخار سے متاثر ہو چکے تھے۔ انھوں نے اثنائے سفر میں اپنے ساتھیوں سے کہا کہ قبیلہ بنی قیس کے علاقے سے کترا کے نکل چلو۔ جاہلیت میں ہمارے اور ان کے درمیان زبردست معرکہ آرائیاں اور گھمسان کی جنگیں ہو چکی ہیں۔ اور خدا کی قسم اب میں کسی مسلمان سے جنگ کرنا نہیں چاہتا۔

حضرت زید الخیرؓ شدید بخار کے باوجود مسلسل سفر کرتے رہے۔ ان کا بخار ہر آن بڑھتا جا رہا تھا۔ انکی انتہائی اور شدید خواہش

بقیہ صفحہ ۴۵ پر

خطبہ صدارت

(تیسرا دو سالہ اجلاس منعقدہ ۱۹، ۲۰ فروری ۱۹۸۹ء)

"اٹھ کہ اب بزم جہاں کا اور ہی انداز ہے"

ابوالمکارم فلاحی

"مولانا ابوالمکارم فلاحی کی شخصیت تعارف کی محتاج نہیں۔ آپ ان قدیم فلاحی طلبہ سے تعلق رکھتے ہیں جو سب سے پہلے فارغ ہوئے۔ شفقت، محبت، للہیت، انکساری، مسکراہٹ، علم و ادب جس ذات کے اندر جمع ہو گئی ہیں اس نے ابوالمکارم کی شکل اختیار کر لی ہے۔ آپ فراغت کے بعد مدینہ تشریف لے گئے وہاں بی۔ اے کیا پھر جامعہ ازہر مصر سے ایم۔ اے کیا۔ اس وقت دارالعلوم احمدیہ سلفیہ لہریا سرائے دربھنگہ میں بحیثیت مبعوث درس و تدریس کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ آپ آٹھ سال تک انجمن طلبہ قدیم جامعہ کے صدر رہے ہیں۔ ایڈیٹر"

برادرانِ محترم، مہمانانِ گرامی، اساتذۂ کرام و طلبۂ جامعہ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سب سے پہلے ہم پروردگار کا شکر ادا کرتے ہیں جس کی توفیق سے آج ہمیں انجمن طلبہ قدیم کا تیسرا دو سالہ اجلاس منعقد کرنے کی سعادت حاصل ہو رہی ہے، ہمیں بڑی مسرت ہے کہ آج ہم ابنائے جامعہ اپنی مادر علمی میں اپنے قدیم و جدید ساتھیوں، مشفق اساتذہ کرام اور معزز مہمانوں کے درمیان جمع ہیں۔ اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ وہ ہمارے اس اجلاس کو کامیاب فرمائے اور اس کے بہتر نتائج ظاہر فرمائے۔ آمین۔

حضرات! جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ ہماری اس انجمن کا قیام ۲۸ نومبر ۱۹۸۱ء کو عمل میں آیا تھا اس موقع پر جامعہ کے فارغین نے یہاں جمع ہو کر انجمن کے قیام کا فیصلہ کیا، اس کا دستور مرتب کیا، انجمن کے آرگن صحیفہ نو کے اجراء کا فیصلہ کیا اور یہ طے کیا کہ ہر دو سال بعد انجمن کا ایک کھلا اجلاس ہوا کرے گا جس میں دو سال کی سرگرمیوں کا جائزہ لیا جائے گا نیز صدر اور شوریٰ کا جدید انتخاب عمل میں آئے گا۔ چنانچہ اس کے مطابق ۷، ۸ مارچ ۱۹۸۴ء اور پھر ۲۱-۲۲ نومبر ۱۹۸۶ء کو انجمن کے اجلاس منعقد ہوئے جن میں فارغین کی اچھی خاصی تعداد نے مادر علمی میں جمع ہو کر اپنی سرگرمیوں کا جائزہ لیا اور آئندہ کے لئے منصوبے بنائے۔ آج

اللہ تعالیٰ کی توفیق سے سوا دو سال بعد پھر یہ موقع فراہم ہوا ہے کہ انجمن کا تیسرا اجلاس منعقد کریں۔ ہم اپنے پروگراموں اور منصوبوں میں کہاں تک کامیاب ہو سکے ہیں اس کی تفصیلات آپ کو دو سالہ رپورٹ سے معلوم ہوں گی تاہم میرا احساس ہے کہ ہماری اب تک کی سرگرمیاں مایوس کن نہیں ہیں۔ ہم نے ممکنہ حد تک انجمن کے مقاصد کو بروئے کار لانے کی کوشش کی ہے تاہم اس میں کوتاہی اور تقصیر کا ہونا ایک فطری امر ہے جس کا ہمیں اعتراف ہے۔

اس اجلاس کا ایک اہم مقصد یہ بھی ہے کہ ہم جائزہ لے کر یہ معلوم کریں کہ ہم سے کہاں کہاں کوتاہی ہوئی ہے اور کس طرح اس کا تدارک کیا جا سکتا ہے۔

برادران گرامی! یہ بات ہم میں سے ہر ایک کو اپنے سامنے رکھنا چاہیے کہ ہماری یہ انجمن مادر علمی جامعۃ الفلاح سے علٰحدہ کوئی مستقل تنظیم نہیں ہے بلکہ اس کے ذریعہ مقاصد جامعہ کے حصول کے لئے ہی فارغین کو منظم کیا گیا ہے چنانچہ انجمن کے دستور میں واضح طور پر انجمن کا ایک مقصد یہ بتایا گیا ہے کہ جامعہ کی تعمیر و ترقی میں ذمہ داران جامعہ کے ساتھ تعاون کرنا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ انجمن اب تک جامعہ کی تعمیر و ترقی میں ہر ممکن تعاون پیش کرتی رہی ہے جسے خود ذمہ داران جامعہ نے بھی سراہا ہے ساتھ ہی جامعہ کی طرف سے بھی انجمن کو تعاون ملتا رہا ہے جس کے لئے ہم ذمہ داران جامعہ کے شکر گزار ہیں۔ درحقیقت انجمن کی تمام سرگرمیوں کا محور مقاصد جامعہ کے حصول میں پیش رفت کرنا ہے۔ ہمیں امید ہے کہ آئندہ بھی انجمن اور جامعہ کے درمیان باہمی تعاون کا سلسلہ نہ صرف قائم رہے گا بلکہ اس میں مزید اضافہ ہوگا۔

عزیز ساتھیو! اس اجلاس کے ذریعہ ہمیں اس بات کا بہترین موقع فراہم ہوا ہے کہ اپنے ملک اور پوری دنیا کے موجودہ حالات کو سامنے رکھتے ہوئے اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کریں اور یہ غور کریں کہ ان حالات میں ہم کس طرح اپنے مقاصد کے حصول میں آگے بڑھ سکتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس ملک کے شہری ہونے کی حیثیت سے ہم یہاں کے حالات و واقعات سے الگ تھلگ نہیں رہ سکتے۔ ہماری ذمہ داری ہے کہ ہمارے ارد گرد جو واقعات پیش آ رہے ہیں ان سے پورے طور پر واقفیت رکھیں اور سوچیں کہ ان حالات میں ہم کیا رول ادا کر سکتے ہیں۔ آج ہندوستانی سماج ایک زبردست بحران کا شکار ہے۔ اس سماج کا

ایک اہم جزو ہونے کی حیثیت سے مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ ملک کو اس بحران سے نکالنے کی بھرپور کوشش کریں۔ مدارس اسلامیہ جو دراصل دین کے قلعے ہیں وہ اس سلسلہ میں کیا رول ادا کر سکتے ہیں؟ اس پر بھی ہمیں غور کرنا ہے چنانچہ اس اجلاس کا ایک اہم پروگرام وہ مجلس مذاکرہ ہے جس کا عنوان ہے "ہندوستانی سماج کا موجودہ بحران اور مدارس اسلامیہ" معزز حاضرین! اس موقع پر میں انجمن کے آرگن اور ترجمان "حیات نو" کا ذکر بھی مناسب سمجھتا ہوں جو ہمیں باہم مربوط رکھنے اور ایک دوسرے کی سرگرمیوں سے باخبر رہنے کا اہم ذریعہ ہے۔ ہمیں افسوس ہے کہ مختلف رکاوٹوں اور مجبوریوں کے سبب ایک طویل عرصہ تک اس کی اشاعت بند رہی لیکن اب اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ وہ رکاوٹیں دور ہو گئی ہیں اور گزشتہ تین ماہ سے برابر شائع ہو رہا ہے۔ امید ہے کہ آئندہ بھی پابندی کے ساتھ شائع ہوتا رہے گا۔ اس اجلاس میں انشاء اللہ حیات نو کی اشاعت کے مستقل اور پائیدار نظم سے متعلق مزید غور و فکر کیا جائے گا۔ ہم سب کی ذمہ داری ہے کہ اس کی توسیع و اشاعت کے لئے پوری کوشش کریں اور ہر قسم کا تعاون پیش کریں تاکہ انجمن اور جامعہ کا پیغام زیادہ سے زیادہ عام ہو سکے۔

برادران گرامی! آپ سے یہ بات مخفی نہیں ہے کہ آج پوری دنیا میں امت مسلمہ جن حالات سے دوچار ہے وہ انتہائی تشویشناک ہیں۔ مسلم ممالک خود آپس میں دست و گریباں ہیں۔ دو عظیم ملکوں عراق اور ایران کی تباہ کن جنگ برابر طول پکڑتی جا رہی ہے اس کی تباہ کاریوں کے اثرات نہ صرف ملت اسلامیہ بلکہ پوری دنیا کی انسانیت پر پڑ رہے ہیں۔ افسوس ہے کہ مسلم ممالک اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی دولت اور صلاحیتوں کو تعمیر و ترقی کے بجائے اپنے ہی بھائیوں کے خلاف استعمال کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ان ملکوں کو صحیح ملی شعور عطا فرمائے اور اسلامی اخوت کی بنیاد پر آپس میں متحد ہونے کی توفیق بخشے تاکہ اسلام ایک عظیم قوت کی حیثیت سے دنیا میں ابھر سکے۔

محترم ساتھیو! دنیا کے موجودہ حالات کے پیش نظر تمام اسلامی تنظیموں اور خصوصاً مسلم نوجوانوں کی ذمہ داری بہت بڑھ جاتی ہے۔ آج ضرورت ہے کہ مسلم نوجوان اپنی عظیم ذمہ داری کو محسوس کریں اور اسے ادا کرنے کے لئے میدان عمل میں آجائیں ہماری انجمن اس ذمہ داری کو پورا کرنے کی ایک کوشش

ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں استقامت عطا فرمائے
اور ہماری کوششوں کو قبول فرمائے۔

آخر میں میں اپنے ان عزیز بھائیوں سے چند باتیں کہوں گا جو ابھی جامعہ میں زیر تعلیم ہیں اور جلد ہی یہاں سے فارغ ہوکر ہماری صف میں شامل ہونے والے ہیں میں ان سے گزارش کروں گا کہ وہ اپنے ان اوقات کو بہت قیمتی سمجھیں جو وہ یہاں گزار رہے ہیں۔ یہاں رہ کر وہ اپنے مشفق اساتذہ کرام سے پورا پورا استفادہ کریں اور زیادہ سے زیادہ درسی و غیر درسی مطالعہ کے ذریعہ علم و معرفت میں اضافہ کرتے رہیں تاکہ آئندہ زندگی میں اس سے پورا فائدہ اٹھا سکیں۔ وہ یاد رکھیں کہ اگر یہ قیمتی لمحات ضائع ہو گئے تو دوبارہ کبھی ہاتھ نہ آئیں گے۔

برادران عزیز! یقیناً آپ کو اس کا پورا اندازہ ہوگا کہ ہم آپ کے لئے کتنے فکرمند ہیں اور آپ کی تعلیمی ترقی اور صحیح تربیت کے لئے کتنے کوشاں ہیں اور ان شاء اللہ برابر رہیں گے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہماری نیتوں میں اخلاص، ہمارے عزائم میں پختگی اور ہماری کوششوں کو شرف قبولیت عطا فرمائے۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

بقیہ درس حدیث

ہے کہ ان حضرات کے اندر اخلاص ہو، وہ سب کچھ اللہ کے لئے کر رہے ہوں، ان کا مقصود اللہ کی رضامندی و خوشنودی اور آخرت کی فوز و فلاح ہو، کوئی دنیاوی غرض وابستہ نہ ہو۔ ان کی نیتوں میں کسی قسم کا کوئی فتور نہ ہو، اگر دنیوی نام و نمود یا پر شہرت و ناموری اور تعریف و ستائش پیش نظر ہو تو یہ حقیر دنیوی مقاصد تو حاصل ہو سکتے ہیں۔ اگرچہ قطعی نہیں۔ لیکن آخرت میں کسی صلے اور اجر کی توقع نہیں رکھنی چاہئے بلکہ یہ جان لینا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی حصے میں آئیگی۔ اور جہنم ٹھکانا ہوگی۔

اسی لئے ہمیں واضح الفاظ میں بتلا دیا گیا کہ:-

انما الاعمال بالنیات اعمال کا دارومدار صرف نیتوں پر ہے،

اللہ تعالیٰ ہمیں اعمال صالحہ کی توفیق دے، ہمارے اندر اخلاص پیدا کرے اور ہماری نیتوں کو صالح بنائے۔ آمین!

ڈاکٹر احمد سجاد

مولانا ابو الکلام آزادؒ انکی ادبی خدمات

مولانا ابو الکلام آزاد کی شخصیت ہندوستانی سیاست، معاشرت اور اردو ادب و صحافت پر ایک دیکھتے آفتاب کی طرح ابھری تھی۔ ۲۲ فروری ۱۹۵۸ء کو غروب ہونے کے باوجود آج بھی اپنے نور و سرور اور علمی و ادبی کرامات سے ایک جہان کو مسحور کر رہی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اس برصغیر میں بعض اہم شخصیتوں نے علم و ادب اور دوسرے میدانوں میں گرانقدر خدمات انجام دی ہیں۔ مگر بیک وقت مذہب اور ادب و سیاست کے میدانوں میں اس قدر بلند آہنگ انفرادیت اپنی جھلک اور جذب و اثر کے ساتھ تاریخ کی نہ جانے شاید ہی کسی نے یادگار چھوڑے ہوں۔ مولانا کی اس انفرادی عظمت کے عجیب واقعات ہیں۔ ایک جگہ لکھتے ہیں۔

"مذہب میں، ادب میں، سیاست میں، فکر و نظر کی عام راہوں میں جس طرف بھی نکلنا پڑا، اکیلا ہی نکلنا پڑا۔ کسی راہ میں بھی وقت کے قافلوں کا ساتھ نہ دے سکا۔"

گئی ان راہوں میں چلنے والوں کی کمی نہیں تھی۔ مولانا نے موصوف کا کمال یہ ہے کہ وہ ان راہوں میں بھٹکے مگر بیلا کار نہایا ان پچھلوں کی تقلید نہیں کی بلکہ کے سخت مخالف اور اس کا حامی تھے ان کے شورش انگیز تخیل اور اجتہادی روش نے ہر میدان میں اپنی راہ آپ بنائی چنانچہ مولانا آزاد پر لکھنے والے تمام اہل قلم نے ان کے افکار و تصورات اور سیاسی نظریات و بیانات کو وقتی اکتساب ادبی کے اعتبار سے غیر معمولی قرار دیا ہے۔ نیز ان کے وسعت مطالعہ، پاکیزہ جمالیاتی ذوق، جادو اثر طرز نگارش اور غیر معمولی قوت حافظہ کے فضل و کمال کو متفقہ طور پر تسلیم کیا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ان کی ادبی خدمات کا جائزہ اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتا جب تک کہ ادب میں ان کی انفرادیت، عبقریت اور جمالیاتی حسن طبیعت سے زیادہ عبقری سوز دروں کو واضح نہ کیا جائے۔

ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات مولانا ابھی لڑکپن ہی کی منزل میں تھے کہ نیرنگ عالم، خدنگ نظر، وکیل امرتسر میں اپنے مضامین بھیجنے لگے اور ابھی چند ہی سال کے تھے کہ ۱۹۰۳ء میں لسان الصدق کلکتہ سے جاری کیا۔ اس رسالہ کو جاری کرنے کے وقت فن گوئی کے علاوہ ان کے پیش نظر جو بلند مقاصد تھے اس سے ان کی علمی و ادبی فکر کی وسعت و گہرائی

کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ مولانا کے الفاظ میں وہ مقاصد اربعہ اس طرح تھے:

(۱) سوشل ریفارم (۲) ترقی اردو (۳) علمی مذاق کی اشاعت (۴) قوم کی تنقید

مولانا موصوف کی بیسیوں تصانیف، سیکڑوں مضامین، تقریریں، رسائل کی پوری صحافت کا تحقیقی مطالعہ کر جائیے آپ کو ہر جگہ ان مقاصد کی کارفرمائی نظر آئے گی۔

مولانا کی وقیع اور یادگار تصانیف میں تذکرہ، غبار خاطر، دعوت و عزیمت، ترجمان القرآن اور دوسرے بہت سے مضامین کو صنف و ہیئت کے اعتبار سے آپ خواہ کوئی نام دے دیں اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ انہوں نے اردو نثر کو ایک نئی سمت اور نئی راہ دکھائی۔ ابتک جو نثر داستان، سہل انگاری اور متصوفانہ منطقیت سے آگے نہیں بڑھی تھی اس میں انہوں نے اپنے خون جگر سے فردوسی زندگی پیدا کر دی۔ حضرت امام احمد بن حنبل، امام ابن تیمیہ اور علمائے دنیا کی کے شدائد و مصائب سے صلابت و جلالت، ثابت قدمی و استقلال، بے خوفی و بے غرضی، و بے نیازی و سرفروشی اخذ کر کے ایک عالم برپا کر دیا۔ ان کے خاص دینی و روحانی مضامین نے بھی اسلوب نگارش کا جو نمونہ قائم کیا وہ بے مثل و منفرد اور ناقابل تقلید ہونے کے باوجود اردو کی نثری تاریخ میں نہ صرف ایک گرانقدر اضافہ ہے بلکہ اس کے اثرات بھی انمٹ ہیں۔

موصوف کے ادبی کارناموں میں لسان الصدق الہلال اور البلاغ کی بیباک صحافت، صدائے حق، انسانیت موت کے دروازے پر، اور تذکرہ کی سوانحی دنیا بھی ولولہ انگیزی اور بصیرت خیزی کا مجموعہ مکتوبات غبار خاطر کی انوکھی طرز نگارش، حدیث الغاشیہ کا انانیت آمیز طنز و مزاح، ترجمان القرآن کی عالمانہ بصیرت اور سادہ شگفتہ انداز بیان، جامع الشواہد جہاد اور اسلام، احرار اسلام، حقیقت الصلوٰۃ وغیرہ جیسے دینی مباحث میں عقلی نکتہ چینی اور منطقی بحث اور دوسرے سیکڑوں علمی و ادبی مضامین و مقالات کی بلند آہنگی، تخیل کی بوقلمونی، نفاست حس اور لطافت پر حاکمانہ اقتدار کو اردو دنیا کبھی فراموش نہیں کر سکتی

آزاد کے اس منفرد داخلی اور خطابت طرز اظہار کو بعض ناقدین نے عربی، مغلق، تکلفی غلط سے ماخوذ قرار دیا ہے اور بعض نے ان کی جدت طبع کا حاصل کہا ہے۔ مولانا موصوف علمی و ادبی اور خاندانی روایات اور ان کے اثرات کے منکر نہیں مگر ان کی جدت طرازی بھی ایک مسلمہ حقیقت ہے پھر بھی اس بلند خطیبانہ آہنگ میں شور و خروش کی شدت شناسائی، جنون خیز شورش اور حرکت عمل کی مستانہ وارفتگی کی تعبیر اس کے سوا اور کچھ نہیں کی جا سکتی کہ

یہ خصوصیات انہوں نے سیرت رسول اور قرآن کی مبداء فیض سے حاصل کیں ہم جانتے ہیں کہ مولانا کی پیدائش اور بچپن کا زمانہ مکہ میں گذرا مطالعہ و تفحص قرآن پاک کا یہ عالم تھا کہ خود فرماتے ہیں:

"کامل ۲۸ سال قرآن میرے شب و روز کے فکر و نظر کا موضوع رہا۔"

علامہ شبلی کو ایک مکتوب میں یہ تحریر کرتے ہیں کہ رسول عربی کی سیرت خالص قرآن کی روشنی میں تیار کی جائے۔ علم حدیث کا بھی بڑا وسیع مطالعہ کیا گیا تھا ظاہر ہے زندگی بھر کا یہ ریاض آزاد جیسے عبقری رکھنے والے انسان کے مزاج کو ایک مخصوص سانچے میں کیسے نہ ڈھالتی۔ بقول ڈاکٹر سید عبداللہ:

"انہوں نے دین اور عقیدے کی قوت قاہرہ کو بانداز جلال پیش کیا ہے"

اور بجا طور پر امام الہند کا خطاب پایا۔

جیسا کہ عرض کیا گیا یہ خصوصیتیں ان کے مزاج کا جزو لازم بن گئیں چنانچہ مولانا عبدالماجد دریابادی نے تنقید و کرب یا لذت و الم کی طویل لفظی بحث میں بھی مولانا کی عربیت نمایاں تھی۔ یہ سنجیدہ اور پرجلال لب و لہجہ خاص طور سے ان کی صحافت میں آج بھی قابل دید ہے۔ ایک ایسے زمانے میں جبکہ ایک طرف اخبار زمیندار کی اردو دنیا پر زمینداری کا تسلط قائم تھی تو ترکی کے خونچکاں واقعات اور شہدائے بلقان جیسے جذباتی سٹے گویا اس کے ہاتھ میں کھلونے تھے اور دوسری طرف مولانا وحید الدین سلیم کا مسلم گزٹ، مسلم دوستی و ملت پرستی اور سرسید کی علی گڑھ تحریک کی پشت پناہی کی وجہ سے اردو کا نہایت محبوب اخبار بنا ہوا تھا۔ مولانا ابوالکلام آزاد نے الہلال کا اجرا کیا اس وقت اسلامی دنیا سخت آزمائش سے دوچار تھی ملک میں آزادی کی لہریں نہایت مدھم انداز میں شروع ہو چکی تھیں۔ "پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو" کی گمراہ کن انگریزی حکمت عملی کا جادو سر چڑھ کر بول رہا تھا مگر مولانا نے اپنی خطیبانہ صحافت سے ان تمام طلسمات سامری کو ایک ایک کر کے توڑنا شروع کیا۔ الہلال کے اداریے اور مضامین نے ایسی فضا تخلیق کی اور ضرب کلیمی شروع کی کہ ارباب اقتدار بلبلا اٹھے اور مظلوم ہندوستان کی خودی بیدار ہونے لگی۔ وہ قومی حمیت سے سرشار حصول آزادی کیلئے اٹھ کھڑے ہوئے مولانا کے پرزور قلم نے باشندگان ملک کو جگا دیا کہ:

جو صداقت کیلئے جس دل میں مرنے کی تڑپ
پہلے اپنے پیکر خاکی میں جاں پیدا کرے

آپ نے انقلاب ترکی اور طرابلس و بلقان کے مسائل پر نہایت بیباکانہ اداریے لکھے اور قرآن و سنت کی روشنی میں مسلمانوں کو حرکت عمل کی انقلابی دعوت دی۔ ان کی اس ضرب کلیمی سے ایوان اقتدار کا متزلزل ہونا بالکل فطری تھا۔ چنانچہ نہ صرف الہلال بلکہ اس کے

ایڈیٹر کو بھی قید و بند کی صعوبتوں میں مبتلا کیا گیا مگر جذبۂ آزادی مولانا ابوالکلام آزاد نے روح ڈال کر البلاغ کے نام سے دوبارہ زندہ کیا اور بڑے روحانی عزم و ثبات اور فکر و بصیرت سے لبریز مضامین داد و تحسین سے بانگ (؟) ملک کی تحریکی و ملّی ترتیب شروع کی حقیقت یہ ہے کہ تاریخ جنگ آزادی میں الہلال و البلاغ کی صحافت پوری اردو صحافت میں اپنے زور اثر اور بے باکی میں بے نظیر ہے۔

مولانا دل سے قلب حساس اور فکر بلیغ لے کر آئے تھے اس پر قرآنی و الہامی انداز بیان نے سونے پر سہاگے کا کام کیا۔ اپنی صحافت اور دوسرے ادبی کارناموں میں آپ نے نئی اور دل کشی سے انہوں نے برجستہ عربی و فارسی ترکیبیں اور الفاظ استعمال کئے ہیں وہ ان کے مطالعہ کرنے والوں پر بالکل واضح ہیں مثلاً :-

ضبط و النفس و الطریق استقامت، ارباب صوامع و معابد، مصباح ہدایت فیضان سعادت، تحسیر گرفتہ، گران بھلی، صدر حارث با طیبہ، معتقد ضعیف، فقدان علامت آثار، مجیع شرائط، زبان آوران آزادی، خفتہ گران بازاری، حاشیہ نشینان بارگاہ، سحاب طریق و معارف، صبح تمنا، شام نامرادی، خاکستر حسرت وغیرہ جیسے بلا تعطیل ترکیبیں اور الفاظ مولانا کے نوک قلم سے نکل کر نہایت سلیس و فصیح اور بلیغ ہو جاتی تھیں۔

مولانا کی تحریر وادب میں ان پر وقار ترکیبوں کے علاوہ بعض الفاظ اور فقروں کو تشبیہ و تکرار کے ساتھ پیش کرنے سے بھی عجیب معنویت اور ادبیت پیدا ہوئی ہے ان کی تقریر اور تحریر سننے اور دیکھنے والوں نے اس خوبی حسن بیان کو ہمیشہ محسوس کیا ہے چند نمونے ملاحظہ ہوں :-

"غور کیجئے تو یہاں کی ہر بات کسی کو کبھی بگاڑ رہی ہے جو بیابانوں کو بڑے کریوں کو ہر بگاڑ در اصل ایک نئی بناوٹ ہے۔"

"جب لوگ کام ہو چکیوں اور خوش وقتیوں کے پھول چن رہے تھے ہمارے حصے میں تمناؤں اور حسرتوں کے کانٹے آئے۔ انہوں نے پھول چن لئے اور کانٹے چھوڑ دیئے، ہم نے کانٹے چن لئے اور پھول چھوڑ دیئے۔"

"رات ایسی حالت میں کٹی جسے نہ اضطراب سے تعبیر کر سکتا ہوں اور نہ سکون سے۔ آنکھ لگ جاتی تھی تو سکون تھا کھل جاتی تھی تو اضطراب تھا۔"

مولانا کی ان ادبی خوبیوں نے ان کی تحریر و تقریر اور صحافت کو اس طرح چمکا دیا کہ کچھ ہی دنوں میں الہلال کو عدیم المثال مقبولیت حاصل ہو گئی اور پورے ملک میں ان کی تحریریں قدر کی نگاہ سے دیکھی جانے لگیں۔ غیر معمولی صلاحیتوں نے اس عہد کے شاعر مشرق علامہ شبلی، اقبال اور اکبر الہ آبادی وغیرہ کو حیرت میں ڈال دیا تھا محسن الملک نہیں بلکہ خود حسرت موہانی جیسے کلاسیکی الفاظ بانکرتے تھے، قاضی عبدالغفار نے کتنا صحیح کہا کہ :-

"اردو ادب میں جو کچھ سرمایہ مولانا کے قلم نے جمع کیا ہے وہ صحافت کی بے ثباتی سے بچنے والا ادب اور سدا بہار ہے۔"

مولانا شہباز اصلاحی

طلبہ قدیم کے نام

مولانا شہباز احمد اصلاحی کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں آپ نے ایک عرصہ تک جامعۃ الفلاح کی خدمت کی ہے، اور اب ندوۃ العلماء لکھنؤ میں تشریف فرما ہیں۔ یہ بات بڑے دکھ کی ہے کہ آپ تقریباً دو سال سے علیل ہیں اور ابھی ایک مہینہ قبل دل کا آپریشن ہوا ہے اور خدا کے فضل سے کامیاب ہے خدا سے دعا ہے کہ استاذ محترم کو جلد شفا عطا کرے آمین۔ ایڈیٹر۔

عزیزان گرامی! جامعۃ الفلاح سے میرا تعلق محتاج تعارف نہیں کم و بیش دس سال تک مختلف حیثیتوں سے اس کی خدمات انجام دیتا رہا ہوں اور وہاں کے اساتذہ اور ذمہ داروں میں میرے بہترین دوست ہیں۔ وہاں سے علیحدگی کے بعد بھی برابر آنا جانا رہا ہوں۔ البتہ ادھر دو سال سے کہیں آنے جانے کے لائق نہیں رہا اس لئے جامعہ میں بھی حاضری نہیں ہو سکی۔ لیکن یہاں کے طلبہ، اساتذہ اور دوسرے ذمہ دار حضرات سے ملاقاتیں ہوتی رہیں اور یہاں کے حالات و کوائف سے یک گونہ واقفیت ہوتی رہی۔ مجھے بڑی خوشی ہوتی اگر میں انجمن طلبہ قدیم کے تیسرے سالانہ اجتماع میں شرکت کر سکتا لیکن میری صحت اس سفر کا تعب برداشت کرنے کے لائق نہیں ہے۔ اس لئے مندرجہ ذیل پیغام پر اکتفا کرتا ہوں۔ خدا کو نصف ملاقات کہا جاتا ہے تو پیغام کو نصف حاضری کہا جائے تو غلط نہیں ہونا چاہئے۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی۔

میرے عزیزو! اگر یہ بات صحیح ہے کہ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے تو یہ حقیقت بھی ناقابل انکار ہے کہ کسی تعلیمی ادارہ کی افادیت و اہمیت اس کے فارغ طلبہ کی صلاحیت اور ان کے کردار کو دیکھ کر متعین کی جاتی ہے یہ ایک واضح بات ہے کہ کسی درسگاہ کی نیک نامی اس کے پراسپکٹس اور اس کی عالیشان عمارتوں کی بنا پر نہیں ہوتی بلکہ طلبہ کی اعلیٰ صلاحیت اور ان کے بلند کردار کی بنا پر ہوتی ہے اس لئے آپ کا اولین فرض ہے کہ اس چیز کو ہمیشہ پیش نظر رکھیں۔ آپ اپنی مادر علمی کی آبرو ہیں۔ آپ سے آپ کے

والدین، آپ کے اساتذہ اور آپ کی ملت نے بڑی امیدیں باندھ رکھی ہیں۔ آپ انھیں مایوس نہ کریں۔

عزیزو! بات صرف مادر علمی کے وقار کی ہی نہیں بلکہ دین اور دینی تعلیم کا مستقبل بھی آپ پر منحصر ہے۔ بدقسمتی سے ماضی قریب میں ہمارے ممتاز دینی اداروں میں مسلسل کچھ ایسے حوادث پیش آئے ہیں جنھوں نے دینی مدارس کی جڑیں ہلاکر رکھ دی ہیں۔ دین اور اہل دین کا بھرم اٹھادیا ہے۔ اس وقت اگر اہل مدارس نے اپنی عظیم ذمہ داریاں نہ محسوس کیں اور نئے عزم اور بلند حوصلے کے ساتھ اس ڈانوا ڈول کشتی کو نہ سنبھالا تو اسے غرق ہونے سے کوئی نہیں بچاسکتا۔ اس کے لئے آپ کو اپنے کردار وعمل کی کڑی نگرانی کرنی ہوگی اور نہ صرف یہ کہ جامعہ سے حاصل کردہ علم کو محفوظ رکھنا ہوگا بلکہ اپنے مطالعہ و تجربہ کی بنیاد پر اس میں برابر اضافہ کرنا ہوگا۔

ایک کام طلباء قدیم کو یہ بھی کرنا ہے کہ وہ نوٹ کریں کہ دوران طالب علمی میں ان کے اندر تعلیم وتربیت کے سلسلہ کی کیا خامیاں رہ گئی ہیں اور اس میں خود ان کی بے توجہی اور سستی کا کتنا دخل ہے اور جامعہ کے نظام تعلیم کا کتنا حصہ ہے۔ تعلیم وتربیت کے نظام میں جو خامی محسوس ہو اسے غور وفکر کے بعد ذمہ داروں کے سامنے رکھا جائے اور اصلاح کی کوشش کی جائے اپنی کم فہمی اور عدم توجہی کی وجہ سے جو خامیاں رہ گئی ہوں ان کے سلسلے میں اپنے نئے ساتھیوں کو جو ابھی جامعہ میں زیر تعلیم ہیں توجہ دلائی جائے کہ وہ .....

فمن نہ کردم شما حذر بکنید۔

آپ کے بلند مقاصد میں یہ بھی داخل ہے کہ تمام فارغ طلبہ سے ربط رکھا جائے اور ان کی مشکلات حل کی جائیں۔ یہ بڑا عظیم مقصد ہے اور اسی پر آپ کی انجمن کی بقا اور ترقی کا انحصار ہے۔ مجھے نہیں معلوم کہ اس ضمن میں آپ کی انجمن نے کیا پروگرام بنایا ہے اور ابتک کیا پیش رفت ہوئی ہے۔ لیکن اتنا تو بہرحال عرض کروں گا کہ اس کی طرف بھرپور توجہ کی ضرورت ہے۔

یہ چند سطریں بستر علالت سے لکھ رہا ہوں۔ خدا کرے آپ کے کچھ کام آجائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو حوصلہ اور ہوش مندی کے ساتھ آگے بڑھنے کی توفیق دے۔ آمین

والحمد للہ رب العالمین ٥

آپ کا خادم

شہباز، ۲۲ر جمادی الاولیٰ ۱۴۰۵ھ

شرقی سبحانی

ترانہ فلاح

"انجمن طلبہ قدیم کے تیسرے دوسالہ اجلاس کے موقع پر جامعہ کے ترانہ کے لئے مختلف شعراء سے ربط پیدا کیا گیا اور ترانہ لکھنے کی گذارش کی گئی۔ منصف مبارک پوری استاد جامعہ اور شرقی سبحانی نے ترانہ لکھا ہم یہاں شرقی سبحانی کا ترانہ تحریر کرتے ہیں۔"

هم ہیں پروانے تیرے، شمع ضیا بار فلاح
ہے ہمالہ سے بھی اونچا میرا مینار فلاح
مصدر کلمۂ حق ہے در و دیوار فلاح

اے کہ ذروں میں تیرے بوئے یقین ذوق سجود
پرتو افگن تیری محرابوں پہ انوار وجود
مفت ہاتھ آئے ہے مستوں کو یہاں جام شہود

ناز ہے ہم کو کہ ہم تیرے جگر بند ہوئے
اہل صفہ کی طرح ہم بھی بہرہ مند ہوئے
سادگی اور قناعت پہ رضا مند ہوئے

کتنی رعنائیاں تیرے خس وخاشاک میں ہیں
ریزے الماس وگوہر کے جو تیری خاک میں ہیں
بجلیاں ایسی کہاں گنبد افلاک میں ہیں

روشنی ہم کو ملی ہے تیری قندیلوں سے
آگہی ہم کو ملی ہے تیرے جبریلوں سے
زندگی ہم کو ملی ہے تیری مندیلوں سے

تیری کلیوں کی بشاشت تیرے پتوں کا نکھار
تیری شاخوں کی لچک اور تیرے غنچوں کا وقار
نقش ہے دل پہ تیرا پیکر گل روئے نگار

تیرے کوزوں میں نہاں ہم نے سمندر پایا
تیرے ذروں میں جمال مہ و اختر پایا
تیرے ویرانے میں اک پھولوں کا لشکر پایا

تو نے اس طرح ہمیں فقر کے آداب سکھائے
ہم کبھی شوکت دنیا کو بھی خاطر میں نہ لائے
چھوڑ کر خوان نعم نان جویں پر اترائے

ذہن شاداب ہوا عقل کو برنائی ملی
دل کو شائستگی انجمن آرائی ملی
دست و بازو کو یہاں قوت صحرائی ملی

تیرے کانٹوں سے لیا درس تمنا ہم نے
تیرے قطروں سے سنی قرأت دریا ہم نے
تیرے ذروں میں پڑھی آیت صحرا ہم نے

تیشۂ جہد و عمل تجھ سے چلانا سیکھا
پرچم حسن عمل تجھ سے اٹھانا سیکھا
کوہ نخوت کو بھی ٹھوکر سے گرانا سیکھا

یاد فردوس کی آئے وہ فضا تیری ہے
دل میں طوفان اٹھائے وہ ہوا تیری ہے
ہے یہ تکبیر مسلسل، کہ صدا تیری ہے

تاثرات جو پرانے نہیں ہوتے

مغرب کے بعد تیسرا اجلاس شروع ہوا۔ یہ آخری اجلاس عام تھا۔ سب سے پہلے مولانا امین احسن اصلاحی نے تقریر فرمائی عنوان تھا "ہم ملک میں کیا تغیرات چاہتے ہیں؟" مولانا امین احسن اصلاحی جماعت اسلامی کے سب سے زیادہ شگفتہ بیان مقرر ہیں اور صرف مقرر ہی نہیں بہت بڑے عالم اور صاحب نظر عالم ہیں قرآن میں وہ خاص طور پر بصیرت رکھتے ہیں ان کی کتابیں مجتہدانہ انداز کی حامل ہیں۔ علم و فضل تو سایہ کی طرح ان کے ساتھ ساتھ رہتے ہیں۔ ان کی ذات وعلوم و افکار کی چلتی جاگتی یونیورسٹی ہے۔

مولانا امین احسن اصلاحی صاحب تقریر کیا کر رہے تھے فصاحت کے پھول برسا رہے تھے.... خطابت ان کے لبوں کو چوم رہی تھی۔ اور برجستگی ان کے تکلم کی بلائیں لے رہی تھی۔ سارا مجمع ہمہ تن گوش تھا، انتہائی دل نشیں انداز میں حقائق کو بے نقاب کرتے چلے جاتے تھے۔ ان کانوں نے مرحومین میں مولانا عبدالماجد بدایونیؒ، مولانا محمد باقر شاہؒ ازآبادی، مولانا محمد مختار کانپوریؒ، شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا مرتضیٰ حسن چاندپوریؒ، رئیس الاحرار مولانا محمد علیؒ، مولانا شاہ سلیمان پھلواروی، نواب بہادر یار جنگؒ، مولوی مرتضیٰ حسین الہ آبادی، مولوی سید سبط حسن جائسیؒ پرنسپل مدرسۃ الواعظین لکھنؤ۔ اور زندوں میں مولانا ابوالکلام آزادؒ، مولانا آزاد سبحانیؒ، مولانا احمد سعیدؒ دہلوی، مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ، مولانا عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، مولانا قاری محمد طیبؒ، مولانا احتشام الحق اور مولانا سید محمد دہلوی کی فاضلانہ اور شگفتہ تقریریں سنی ہیں اور بعض تقریروں کا اب تک دل و دماغ پر اثر باقی ہے۔ مگر مولانا امین اصلاحی کا انداز بیان اور اسلوب تقریر بھی اپنی جگہ منفرد ہے۔ سب سے زیادہ نمایاں چیز یہ ہے کہ ان کے تقریر کے ہر جملہ سے ان کے عزم و یقین کی قوت ظاہر ہوتی ہے۔

مولانا اصلاحی صاحب کا رنگ جم چکا تھا، سامعین مسحور ہو چکے تھے۔ کوئی دوسرا مقرر شائد اس کے بعد لب کشائی کی جرأت نہ کرتا۔ مگر یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ مولانا ابوالاعلیٰ مودودی نے خاصی طویل تقریر کی لیکن دلچسپی کا جو سلسلہ اصلاحی صاحب قائم کر چکے تھے، وہ ذرا سی دیر کیلئے بھی نہ ٹوٹا، یہ رنگ جما اور جما، ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے ایک کوہ وقار بول رہا ہے۔ جچے تلے الفاظ، پرزور استدلال، محکم دلیلیں، دوٹوک باتیں، سادگی کے ساتھ فکر و نظر کی گہرائی بھی۔ اگر زبان و ادب میری یہ ترکیب قبول کر لی جائے تو عرض کروں گا کہ مولانا مودودی کی تقریر میں "ٹھنڈی بجلیاں بھری ہوئی تھیں"، وہ جذبات کو گرما نہیں رہے تھے بلکہ دلوں میں کوئی چیز اتار رہے تھے، انھوں نے جماعت اسلامی کا پروگرام پیش کیا۔ اور ہر چیز کی خوب خوب وضاحت کی۔

آخر میں دعا مانگی اللہ کے حضور اپنا عجز و نیاز پیش کرتے ہوئے کہ یا اللہ جو باتیں ہم نے حق کہی ہیں اس کو قبول کرنے کی لوگوں کو توفیق عطا فرما، اور جو کچھ ہم نے ناحق کہا ہے اس کے لئے لوگوں کے سینے بند کر دے۔

(بشکریہ روزنامہ المنیر، ۱۰ نومبر ۱۹۸۹ء بحوالہ فاران)

غزل

(از — اسلم نصیر پوری)

نہ بندگی کا لیا آج تک صلہ ہم نے
مگر نہ در سے کیا سر کبھی جدا ہم نے
تیری تلاش میں ذرے کو آفتاب کیا
جو نا خدا تھے بنایا انہیں خدا ہم نے
ہمارے دم سے منور ہیں چار سو راہیں
کہ دل کے داغ جلائے ہیں جابجا ہم نے
ستمگری کا نہ الزام تجھ پہ آئے گا
خود اپنے ہاتھ سے یہ گھر جلا لیا ہم نے
ہٹا کے خون کے چھینٹے تمہارے دامن سے
تمام عمر کا دھبہ مٹا دیا ہم نے
متاع زیست دل و جاں و حسرت و امید
لٹا دیا تیری راہوں میں قافلہ ہم نے
ہمارے خون کی ہے سرخی گلوں کے عارض پر
شفق کو بخش دیا رنگت حنا ہم نے
یہ جذب دل کی کرامت ہے وہ بھی کہہ اٹھے
کبھی نہ دیکھا تھا اسلم سا دل جلا ہم نے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اخوت اسلامی کے امتیازات

ابو احمد فلاحی

اس سے پہلے ہم عالمی انسانی اخوت کے سلسلے میں اسلام کے اہتمام کا ذکر کر چکے ہیں اب ہم مختصراً انسانی اخوت کے ان امتیازات کا ذکر کریں گے جو اسلام میں اسے حاصل ہیں چنانچہ جب ہم اس موضوع پر مطالعہ کریں گے تو ہمیں محسوس ہوگا کہ بے شمار مفکرین نے اپنی انتہائی کوششیں یہ واضح کرنے میں صرف کیں ہیں کہ اس دنیا میں انسانی اخوت اور امن و امان کی فضا کیسے قائم ہو سکتی ہے۔ لیکن ہم اسوقت ان انسانی کوششوں کا رب کائنات کے عالم انسانی کے لیئے بنائے ہوئے رشتہ اخوت و مودت کے اصولوں سے موازنہ کرنا نہیں چاہتے کیونکہ جس کے اندر تھوڑی سی بھی اسلامی سوجھ بوجھ ہو گی وہ کبھی اس بات کو سوچ بھی نہیں سکتا کہ خدائے بزرگ و برتر کے طرف سے آئے ہوئے اس دین میں جو ہر طرح کے نقائص اور خرابیوں سے پاک ہے اسکے کسی ادنیٰ سے ادنیٰ جزء کا موازنہ ان انسانی افکار و خیالات سے کرے جو فطرۃً ناقص ہیں اور جنکی پہونچ درجہ کمال تک کبھی ہو ہی نہیں سکتی، اسلئے ایک مومن کبھی اپنے وہم و خیال میں بھی اس طرح کا تصور نہیں لا سکتا کجا یہ کہ اسے موضوع بحث بنائے، کیونکہ وہ جانتا ہے کہ انسانی قوانین کا خدائی قوانین سے محض موازنے کا تصور بھی اسکے اسلامی فکر کے پستی کی علامت اور قوانین الٰہی کے نقص کا اعتراف ہے اس کے برعکس انسانی فکر کی لبری اور برتری کا اعلان ہے۔ اس طرح سے اسلامی اخوت کا سب سے اہم اور نمایاں امتیاز یہ ہے کہ اسکے اصول و ضوابط خدا کے دیئے ہوئے اصول و ضوابط ہیں جو انسان کی دنیا و آخرت کی صلاح و فلاح سے بخوبی واقف ہی نہیں بلکہ و علام الغیوب اور اسکا رحیم و کریم رب ہے۔

۲۔ اسکا دوسرا امتیاز یہ ہے کہ یہ دلوں کی گہرائیوں میں اتر کر پوری طرح راسخ ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ جب دو افراد کے درمیان للہ فی اللہ اسلامی اخوت قائم ہو جاتی ہے تو وہ دل کی گہرائیوں میں پہنچ کر پوری طرح قبضہ جمالیتی ہے اور پھر دل میں کسی اور تعلق کے لیے جگہ باقی نہیں رہتی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول میں اس اخوت کی قوت کی تصویر اس طرح کھینچی ہے۔

لو کنت متخذا خلیلا غیر ربی لاتخذت ابا بکر ولکن اخوۃ الاسلام ومودتہ افضل ؎۱

اگر میں خدا کے علاوہ کسی کو اپنا دوست بناتا تو ابو بکر کو اپنا دوست بناتا لیکن اسلامی اخوت دوستی ہی افضل ہے۔

۳۔ اخوت اسلامی کا تیسرا امتیاز یہ ہے کہ اسکے اندر طبعی طور پر رحمت و شفقت ایثار و قربانی لطف و کرم مواسات و ہمدردی پیدا کرنے کی جو قوت و تاثیر ہے وہ کہیں اور نہیں پائی جاتی اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے معاملات کی استواری کے لیے اسکو مقدمہ بنا کر اپنی بہت سی توجہات کی بنیاد اسی پر رکھی ہے ارشاد ہے۔

المسلم اخو المسلم لا یظلمہ ولا یخذلہ ولا یحقرہ ؎۲

مسلمان مسلمان کا بھائی ہے اسلئے اس پر ظلم کرتا ہے نہ اسکو رسوا کرتا ہے اور نہ حقیر سمجھتا ہے۔

اس اسلامی اخوت کی جیتی جاگتی مثالیں مدینہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی معاشرتی اور سماجی زندگیوں میں دیکھی جاسکتی ہیں خصوصاً اس موقع پر جب نصف صدی تک باہم لڑنے والے دو قبیلوں اوس اور خزرج نیز مہاجرین اور انصار کے درمیان اسلام نے مواخات و بھائی چارہ کرا دیا۔ تو اس بھائی چارے کے اثرات اس معاشرے کے عام معاملات میں اس طرح ظاہر ہوئے اور ایسے بے مثال نمونے سامنے آئے کہ انسانی تاریخ میں اس طرح کی ایثار و قربانی شفقت و محبت مواسات و ہمدردی کی مثالیں ڈھونڈھنے سے بھی نہیں ملتیں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے انصار کے اس کریمانہ اخلاق کی تعریف اپنی کتاب میں اس طرح فرمائی ہے۔

؎۱ بخاری ج ۱ باب فضائل صحابہ
؎۲ مسلم شریف کتاب البر

ویوثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ ؎۱

وہ اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں چاہے وہ خود اسکے ضرورت مند ہوں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ نے اس آیت کے شان نزول کے سلسلے میں جو روایت نقل کی ہے وہ ایثار و قربانی کا بیش قیمت نمونہ ہے کہتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک آدمی حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا کہ اللہ کے رسول میں بھوکا ہوں۔ اللہ کے رسول نے گھر میں معلوم کروایا کہ کچھ کھانے کو ہے تو پتہ چلا کچھ نہیں ہے پھر آپ نے صحابہ کو مخاطب کرکے فرمایا آج رات تم میں سے کون اس مہمان کی ضیافت کرے گا اللہ اس پر رحم کرے۔ کہتے ہیں انصار میں سے ایک آدمی آگے بڑھا اور بولا اللہ کے رسولؐ میں اس کی ضیافت کرونگا۔ پھر وہ شخص مہمان کو لیکر گھر گیا اندر جاکر بیوی سے کہنے لگا دیکھو یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمان ہیں آج رہیں انکی ضیافت کرنی ہے کیا گھر میں کچھ ہے؟ بولیں خدا کی قسم گھر میں بچوں کے کھانے کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ بولے اچھا تو تم ایسا کرو کہ جب بچے کھانا مانگیں تو تم انہیں کسی طرح سلا دو جب ہم مہمان کو گھر میں لائیں اور کھانا دسترخوان پر لگ جائے تو تم چراغ گل کر دو اسطرح مہمان پیٹ بھر کر کھانا کھا لیگا اور اسے ہمارے بھوکے رہنے کی خبر بھی نہیں ہوگی چنانچہ ایسا ہی ہوا صبح کو جب وہ صحابی حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا رات مہمان کے ساتھ تمہارے سلوک سے اللہ تعالیٰ بہت خوش ہوا ہے اور تمہاری تعریف میں یہ آیتیں نازل فرمائیں ؎۲ امام مسلم نے اپنی روایت میں بتایا ہے کہ وہ صحابی حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ تھے ؎۳ یہی نہیں بلکہ انصار نے مہاجر بھائیوں کے لیے جس شاندار بے مثال ایثار و قربانی کا مظاہرہ کیا ہے اور اپنی متاع عزیز کو جس طرح ان پر نچھاور کیا ہے اسکو سمجھنے کے لیے میں یہاں دو مثالیں پیش کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ نے ابراہیم بن سعد کے حوالے سے انکے باپ سے اسکے دادا کی روایت

؎۱ سورۃ الحشر ۹
؎۲ تفسیر ابن کثیر ج ۴ ؎۳ صحیح بخاری ج ۲ مناقب انصار

نقل کی ہے کہتے ہیں کہ جب وہ لوگ مدینہ آئے تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عبدالرحمن ابن عوف اور سعد بن ربیع کے درمیان مواخات کرائی جسکے بعد سعد بن ربیع نے عبدالرحمن بن عوف سے کہا عبدالرحمن بھائی دیکھئے میں انصار میں سب سے مالدار ہوں آپ ہمارے اس مال کو دو حصوں میں تقسیم کر کے آدھا مجھے دے دیجئے اور بقیہ خود لے لیجئے اور میرے پاس دو بیویاں ہیں آپ دیکھئے انہیں سے کون آپکو پسند ہے تاکہ میں اسے طلاق دے دوں اور پھر عدت گذرنے کے بعد آپ اس سے شادی کر لیں عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا سعد بھائی اللہ آپکے اہل اور مال میں برکت عطا فرمائے مجھے اسکی ضرورت نہیں ہے بلکہ مجھے آپ یہ بتائیں کہ آپلوگوں کا بازار کہاں ہے چنانچہ لوگوں نے انہیں بنی قینقاع کے بازار کا پتہ بتایا اور وہ بازار روانہ ہوگئے جب واپس ہوئے تو انکے ہاتھ میں کچھ کھجوریں اور پنیر کے ٹکڑے تھے ۲۳

اور امام بخاری رحمہ اللہ کی ہی ایک دوسری روایت ہے جسکو انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ انصار نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ ہمارے کھجور کے باغات کو ہمارے اور ہمارے مہاجر بھائیوں کے درمیان تقسیم کر دیجئے تو مہاجرین نے تقسیم کو پسند نہیں کیا بالآخر انصار نے عرض کیا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ٹھیک ہے ہم باغ کا بٹوارہ نہیں کریں گے بلکہ باغ کی دیکھ بھال اور اسمیں محنت ہماری ہوگی لیکن پھل میں مہاجر بھائی بھی ہمارے برابر کے شریک ہونگے ۲۴

ایسی اور ان جیسی دوسری شفقت و محبت مواسات و ہمدردی اور لطف و کرم کی شاندار مثالوں سے صحابہ کرام اور انکے بعد اس دین سے متاثر ہونے والے مسلمانوں کی تاریخ بھری پڑی ہے جنکے درمیان اسلامی اخوت قائم ہوئی ہم اس معاشرے کے معاملات میں بھی اسلامی اخوت کی تاثیر کو اچھی طرح محسوس کر سکتے ہیں۔

۴۔ اسلامی اخوت کا چوتھا امتیاز یہ ہے کہ وہ صرف دنیا کی زندگی ہی تک باقی

نہیں رہتی بلکہ اسکا دائرہ وسیع تر ہو کر آخرت تک پہونچ جاتا ہے کیونکہ مومنین دنیا میں جس طرح ایک دوسرے کے بھائی ہیں اسی طرح انکا یہ رشتہ اخوت قیامت کے بعد دوسری دنیا جسے آخرت کہتے ہیں وہاں بھی باقی رہے گا اور وہ جنت میں بھائی بھائی ہونگے۔

(وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِم مِّنْ غِلٍّ إِخْوَانًا عَلَىٰ سُرُرٍ مُّتَقَابِلِينَ) ۲۵

انکے دلوں میں جو تھوڑی بہت کھوٹ کپٹ ہوگی اسے ہم نکال دینگے وہ آپس میں بھائی بھائی بن کر آمنے سامنے تختوں پر بیٹھیں گے۔

یہی نہیں بلکہ مومنین کی یہ اخوت دنیا کے مقابلے میں آخرت کے دن جنت میں پہلے سے زیادہ پائیدار اور مستحکم ہوگی جیسا کی آیت میں وضاحت ہے کہ یہ اخوت انتہائی خالص اور صاف ستھری ہوگی کیونکہ دل ان کھوٹ گندگیوں اور کینوں سے پاک کر دیئے گئے ہونگے جو آثار دنیا نے انکے دلوں پر چھوڑے تھے۔

پھر اسلامی اخوت کے علاوہ دوسری اخوتوں سے جو تعلقات استوار ہوتے ہیں اور انسان و انسان کے درمیان جو روابط قائم ہوتے ہیں ممکن ہے کہ اس فانی زندگی تک قائم رہ سکیں لیکن اس کے بعد آنے والی زندگی میں نہ کہ وہ صرف ختم ہو جائیں گے بلکہ وہاں یہ اخوت و محبت دشمنی و عداوت میں بدل جائے گی جیسا کہ قرآن کا بیان ہے۔

(الْأَخِلَّاءُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ إِلَّا الْمُتَّقِينَ) ۲۶

اس دن متقین کو چھوڑ کر باقی سب دوست ایک دوسرے کے دشمن ہو جائیں گے۔

عربی زبان میں خلیل بہت گہرے دوست اور بہت زیادہ محبت کرنے والے کو کہتے ہیں اور محبت اخوت کا ایک ذریعہ ہے جسکے بغیر اخوت کا تصور ہی ممکن نہیں ہے۔ تو دنیا میں باہم محبت کرنے والے آخرت میں ایک دوسرے کے دشمن ہونگے علاوہ ان لوگوں کے جنکی باہمی محبت اللہ کے لئے رہی ہو تو ایسی محبت وہاں بھی باقی رہے گی۔

۵۔ اسلامی اخوت کا پانچواں امتیاز یہ ہے کہ وہ ہر طرح کے تعصبات سے پاک و صاف ہوتے ہوئے پوری نوع انسانی کو محیط ہے اسکے یہاں رنگ و

نسل زبان و مکان کا کوئی بھی فرق نہیں ہے یہاں تو ہر مسلمان کو حکم ہے کہ وہ تمام انسانوں کو بھائی سمجھے اور ہر ایک اسکا دینی بھائی ہے جو اسکے دین سے اتفاق رکھتا ہے اسلئے وہ اسکے ساتھ بھائی جیسا معاملہ کرے گا۔ وہ مسلمان اور مسلمان کے درمیان کوئی فرق نہیں کرے گا چاہے وہ گورا ہو یا کالا حبشی ہو یا ترکی حبشی ہو یا رومی ان جاہلیت کے اعتبارات کا اسلامی اخوت میں کوئی مقام و وزن نہیں ہے کیونکہ اسلام تو بلا تخصیص تمام انسانوں کو مخاطب کر کے کہتا ہے۔

یا ایہا الناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم والذین من قبلکم لعلکم تتقون عـ۳

لوگو! بندگی کرو اپنے اس رب کی جو تمہارا اور تم سے پہلے جو لوگ گزرے ہیں ان سب کا خالق ہے۔ خدا کے عذاب سے بچنے کی توقع اسی صورت میں ہو سکتی ہے۔

پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم ارشاد فرماتے ہیں کہ میں صرف عرب والوں کے لیئے نہیں بھیجا گیا ہوں بلکہ دنیا کے تمام انسانوں کے لیئے نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں اور قرآن بھی اسکی تائید کرتا ہے۔

(وما ارسلناک الا کافۃ للناس بشیرا ونذیرا) عـ۴

اور اے نبی ہم نے تم کو تمام ہی انسانوں کے لیئے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے پانچ ایسی چیزیں دی گئیں ہیں جو مجھ سے پہلے رسولوں کو نہیں دی گئیں تھیں، میری مدد کی گئی میرے دشمن کو مرعوب کر کے ایک مہینہ کی مسافت کی دوری تک اور پہلے انبیاء اپنی قوم کے لیئے خاص ہوا کرتے تھے لیکن میں تمام انسانوں کے لیئے نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں عـ۵

۶۔ اسلامی اخوت کا چھٹا امتیاز یہ ہے کہ وہ نہایت درجہ واضح اور نمایاں ہے اسکے یہاں محبت اور معاملہ کے لیئے الگ الگ احکام ہیں۔ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے لیکن خاندانی اور

عـ۳ سورہ البقرہ ۲۱ عـ۴ سورہ سبا ر ۲۸ عـ۵ بخاری شریف جـ۱ باب التیمم ص۴۸

اور نسبی اس بھائی کی طرح نہیں جو ابھی کا ذکر ہے بلکہ اسکی یہ اخوت احبت یگانگت اور مقصدیت کی اخوت ہے معاملاتی اخوت نہیں مسلمان کو تو حکم دیا گیا ہے کہ وہ کافروں سے دشمنی و عداوت رکھے چاہے وہ اسکے قریبی عزیز ہی کیوں نہ ہوں لیکن اسے اس بات کا ہرگز حکم نہیں دیا گیا ہے کہ وہ انکے ساتھ برے برتاؤ بد سلوکی اور بد اخلاقی سے پیش آئے بلکہ اسکو حکم دیا گیا ہے کہ وہ تمام انسانوں کے ساتھ انتہائی اخلاق سنجیدگی اور شرافت کا معاملہ کرے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بیٹے کو حکم دیا ہے کہ اپنے کافر باپ کے ساتھ ہمیشہ معروف و بھلائی کا برتاؤ کرے

(وصاحبهما فی الدنیا معروفا) عـ۶

دنیا میں ان دونوں (یعنی ماں باپ) کے ساتھ بھلائی کا برتاؤ کر۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس سلسلے میں اسماء بنت ابو بکر رضی اللہ عنہا کی ایک روایت نقل کی ہے وہ کہتی ہیں کہ ایک بار میرے یہاں میری ماں آئیں جو کہ ابھی مسلمان نہیں ہوئی تھیں تو میں نے اللہ کے رسول سے پوچھا کیا میں انکے ساتھ صلہ رحمی کا برتاؤ کروں، آپ نے فرمایا ہاں انکے ساتھ صلہ رحمی کا برتاؤ کرو، عـ۷ ابن عیینہ کہتے ہیں اسپر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائیں۔

(لا ینھاکم اللہ عن الذین لم یقاتلو کم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبروھم) عـ۸

اللہ تعالیٰ تمہیں اس بات سے نہیں روکتا کہ تم ان لوگوں کے ساتھ نیکی اور انصاف کا برتاؤ کرو جنھوں نے دین کے معاملہ میں تم سے جنگ نہیں کی ہے اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہیں نکالا ہے۔

اس آیت نے یہ واضح کر دیا کہ کافر قرابت داروں کے ساتھ بھی اسوقت تک بھلائی کا برتاؤ کرنا چاہیئے جب تک کہ وہ حق کے مقابلے میں برسرپیکار نہ ہوں ہاں برسرپیکار ہونے کی صورت میں انکے ساتھ صلہ رحمی نہیں ہونی چاہیئے کیونکہ اسطرح باطل کو تقویت ہوگی جو کسی طرح بھی جائز نہیں ہے خاص طور سے اس موقع پر مالی صلہ رحمی بالکل حرام ہے رہا انکے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آنا تو مومن کو اس بات کا حکم ہے

عـ۶ سورہ لقمان ۱۵ عـ۷ بخاری شریف ج ۲ کتاب الادب عـ۸ سورہ ... ۸

کہ وہ ہمیشہ مکارم اخلاق کا پیکر بنا رہے یہاں تک کہ وہ اپنے مقابل دشمن کے ساتھ بھی ہمیشہ صداقت، وفاداری، بہادری، دلجوئی نیز انتہائی بشاشت کے ساتھ بغیر کسی کمزوری اور جھکاؤ کے پیش آئے، بلاشبہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم انتہائی شفقت و محبت سے معاملہ کرنے والے شیریں صفت اور بے لاگ کردار کے مالک تھے حتیٰ کہ غیر مسلموں کے ساتھ بھی چنانچہ آپکے کریمانہ اخلاق کے سبب بہت سارے لوگ مشرف بہ اسلام ہوئے اسوقت اس یہودی کے واقعہ کا ذکر خالی از فائدہ نہ ہوگا جس نے آپ سے ایک مدت کے لیئے معاملہ کیا تھا لیکن مدت پوری ہونے سے پہلے ہی قیمت وصول کرنے کے لیئے آپکے یہاں پہونچ گیا اور جب آپ نے اس سے کہا کہ ابھی مدت پوری نہیں ہوئی ہے تو اس نے آپ کی شان میں گستاخانہ کلمات کہے۔ تھے کہ تم بنو عبد المطلب دوسروں کا حق دینے میں ٹال مٹول کرنے والے ہو صحابہ پر اسکی گفتگو کے اثرات آپ نے دیکھکر انھیں ہر طرح کے اقدام سے روک دیا تھا، اور یہودی کی اس گفتگو نے آپکے حلم و بردباری کو اور بڑھا دیا تھا جسے دیکھکر یہودی بول اٹھا آپ میں تمام علامات نبوت میں دیکھ چکا تھا صرف ایک علامت رہ گئی تھی جسکا امتحان مقصود تھا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں معاف فرمایئے گا وہ علامت یہ تھی کہ اس نبی پر جہالت کی سختیاں اسکے حلم و بردباری میں مزید اضافہ کردیں گی سو وہ بھی سو فیصد صحیح ثابت ہوئیں، اور پھر وہ فوراً حلقہ بگوش اسلام ہو گیا۔[2]

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ ایک آدمی نے حضور سے ملنے کی اجازت چاہی تو آپ نے فرمایا اجازت دے دو ویسے وہ اپنے قبیلے کا بدترین آدمی ہے لیکن جب وہ آدمی آپکے پاس آیا تو آپ نے اس سے بڑی نرمی سے گفتگو کی اور بشاشت اور خوشدلی سے ملے کہتی ہیں اس پر میں نے حضور سے سوال کیا کہ آپ نے اس آدمی کے بارے میں کہا تو کچھ اور مگر انتہائی نرمی سے پیش آئے ایسا کیوں آپ نے فرمایا اے عائشہ اللہ کے

۲ زاد المعاد لابن القیم ج ۱ ص ۲۲

نزدیک انسانوں میں سب سے بدترین درجے کا آدمی وہ ہے جس کی فحش گوئی کی وجہ سے لوگ اسے چھوڑ دیں[1] پس مسلمانوں کو تو حکم ہے کہ وہ ہر حال میں نرم خوئی اختیار کرے اسکا معاملہ لوگوں کے ساتھ ہمیشہ نرمی اور فیاضی کا معاملہ ہوتا ہے اور وہ اپنے اس بلند معیار پر ہمیشہ قائم رہتا ہے اس معیار سے نیچے اترنے کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ جہالت و بیوقوفی کے اس کھڈ میں گر گیا جہاں عزت و شرافت کا کوئی معیار ہی نہیں ہوتا۔

۷۔ اسلامی اخوت کا ساتواں امتیاز یہ ہے کہ یہ اخوت دنیاوی اغراض و مفادات کے لیے نہیں ہوتی ہے کہ ضرورت پوری ہونے کے بعد ختم ہو جائے بلکہ یہاں محبت و تعلق اس لیئے ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم دیا ہے اور اس تعلق کا شمار بھی اعمال صالحہ میں ہوگا جسکے لیئے اللہ تعالیٰ نے آنے والی زندگی میں بہترین اور بے مثال اجر تیار کر رکھا ہے یہ چیز مسلم اور مسلم کے تعلقات میں ہر روز بہتری اور استواری پیدا کرتی ہے اور انکے تعلقات کو مستحکم اور پائدار بناتی ہے۔

اس طرح ہر مسلمان کو اسلامی اخوت کو عام کرنے اسے تقویت پہنچانے اور بھلائی کا کام کرنے کا حکم دیا گیا ہے ایسے لوگوں کے ساتھ بھی جو ان امور کو انجام دینے کی طاقت نہیں رکھتے ہیں۔ یہ ہیں وہ امتیازات جو اسلام میں انسانی اخوت کو دوسرے جاہلی روابط سے الگ کرکے دنیا میں اسے ایک نمایاں مقام دیتے ہیں اور جب بھی دنیا میں اس طرح کی اخوت قائم ہوگی دنیا امن و شانتی کا گہوارہ بنے گی۔

بقیہ زید الخیرؓ

تھی کہ وہ اپنے قبیلہ میں پہنچ جائیں اور قبیلہ والے ان کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوں۔ راستے بھر انکے اور موت کے درمیان کشمکش جاری رہی۔ آخر کار موت نے اس جواں حوصلہ اور پر عزم انسان کو مغلوب کرلیا انھوں نے راستے ہی میں اپنی زندگی کی آخری سانس لی اور خدمت اسلام کی تمام حسین آرزوؤں کو سمیٹے ہوئے اپنے مالک حقیقی کی بارگاہ میں حاضر ہوگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

۱ بخاری شریف ج ۸ کتاب الادب

مختصر کاروائی مجلس شوریٰ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ۱۰ فروری ۸۶ء کی شام کو بعد نماز مغرب دفتر انجمن میں شوریٰ کا ایک اجلاس ہوا۔ مولانا ابو المکارم فلاحی صاحب کی صدارت میں طارق ارشد فلاحی صاحب کے تذکیری کلمات سے اجلاس کا آغاز ہوا۔ پھر سابقہ کاروائی کی خواندگی ہوئی اور دوسالہ اجلاس کے لئے تحریر کردہ خطبہ استقبالیہ، خطبۂ صدارت اور دوسالہ رپورٹ پڑھی گئی پھر اجلاس سے متعلق دوسرے کاموں کا جائزہ لیا گیا اور دعا پر اجلاس برخواست ہوا۔

پھر وہ وقت بھی آپہنچا جسکا فارغین جامعہ کو شدت سے انتظار تھا۔ توفیق ایزدی سے پہلے سے طے شدہ پروگرام کے مطابق پہلے دن کی کاروائی بحسن و خوبی انجام پائی۔

اجلاس کے دوسرے دن کا پروگرام خالص تنظیمی تھا۔ چنانچہ وقت متعینہ پر ممبران انجمن جامعہ کی نئی زیر تعمیر درسگاہ میں پہنچ گئے۔ وہاں پر مولانا ابو المکارم فلاحی کی صدارت میں مقبول احمد فلاحی صاحب کے تذکیری کلمات سے کاروائی کا آغاز ہوا۔ ابتدا میں دستور سے متعلق تجاویز و مشورے آئے۔ مگر چونکہ موجودہ ممبران کی تعداد کل ممبران کی نصف سے کم تھی اس لیے دستور میں ترمیم وغیرہ سے متعلق کوئی فیصلہ نہ ہو سکا۔

اسکے بعد صدر کے انتخاب کا مرحلہ آیا چنانچہ کثرت رائے سے نسیم احمد غازی فلاحی صاحب کو انجمن کا صدر منتخب کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ انکو انکے فرائض کو صحیح طور پر انجام دینے کی توفیق عنایت فرمائے اور انکی ہر طرح سے مدد فرمائے۔ آمین۔

صدر کے انتخاب کے بعد ممبران انجمن نے آئندہ کی شوریٰ کا انتخاب کیا۔ اس طرح یہ کاروائی اختتام پذیر ہوئی پھر صدر نے ارکان شوریٰ کے مشورے سے دوسرے دن دوپہر میں نئی شوریٰ کا اجلاس رکھا۔

چنانچہ دوسرے روز دوپہر میں نئی شوریٰ کا اجلاس ہوا۔ یہ اجلاس نسیم احمد غازی فلاحی صاحب کی صدارت میں ہوا مولانا مطیع اللہ فلاحی مدنی صاحب سکریٹری انجمن کے تذکیری کلمات سے کاروائی کی ابتدا ہوئی۔ سب سے پہلے نئے سکریٹری انجمن کے انتخاب کا مسئلہ آیا چنانچہ اتفاق رائے سے نور محمد فلاحی سکریٹری انجمن منتخب ہوئے اسکے بعد متفقہ طور پر انصار احمد فلاحی صاحب انجمن کے خازن چنے گئے۔

اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو انکے فرائض انجام دینے کی توفیق دے اور انکی ہر طرح سے مدد فرمائے آمین

نئے منتخب شدہ ذمہ داران انجمن اور ارکان شوریٰ یہ ہیں۔

۱	نسیم احمد غازی فلاحی	دہلی	صدر انجمن
۲	نور محمد فلاحی	جامعۃ الفلاح	سکریٹری انجمن
۳	انصار احمد فلاحی	بلریا گنج	خازن "
۴	ابو المکارم فلاحی مدنی	دربھنگہ	رکن شوریٰ انجمن
۵	محمد عمران فلاحی	جامعۃ الفلاح	" " "
۶	مطیع اللہ فلاحی مدنی	"	" " "
۷	طارق فارقلیط فلاحی	"	" " "
۸	مقبول احمد فلاحی	بریلی	" " "
۹	عبید اللہ فہد فلاحی	علیگڈھ	" " "
۱۰	اشتیاق دانش فلاحی	دہلی	" " "
۱۱	محمد عبد السلام بستوی فلاحی	رامپور	" " "
۱۲	شبیر احمد فلاحی	دہلی	" " "
۱۳	امیر احسن فلاحی	بستی	" " "

اسکے بعد دعا پر مجلس برخواست ہوئی۔

"یہ غازی، یہ تیرے پُراسرار بندے"

وہ سید اسعد گیلانی افغانستان میں مجاہدین سے ملے ان کے فوجی کیمپوں اور روسی اسلحوں کا معاینہ کیا اور پھر اپنے تاثرات ایک مضمون کی شکل میں قلمبند کیا۔ آپ کے مضمون "افغانستان کی ایک مجاہدانہ رات" کا آخری حصہ یہاں نقل کیا جا رہا ہے۔"

"ہم اسپتال سے نکل کر مجاہدین کی فتوحات دیکھنے چلے گئے جو روسی جنگی سامان کی صورت میں نمایاں تھیں۔

ایک روسی ٹینک میں ہم نے داخل ہو کر دیکھا۔ بہت آرام دہ نشستیں تھیں آٹھ آدمی اس میں بیٹھ کر فائر کر سکتے تھے۔ وہ بھاری آہنی پٹے پر چلتا تھا۔ ایک دوسرا ٹینک، ٹریکٹر کی طرح بڑے بڑے پہیے بھی رکھتا تھا۔ ضرورت کے وقت کی جگہ پر وہ اپنے پہیے اٹھا کر آہنی پٹوں پر بھی چل سکتا تھا۔ ایک بہت بڑی توپ ذرا خراب تھی۔ دوسری توپ بالکل درست حالت میں تھی۔ اس کے علاوہ جیپیں، ٹرک، ٹینکر، روٹی پکانے والے تنور کا ٹرک اور بہت سا دوسرا سامان موجود تھا۔ تنہا یہ ساز و سامان دیکھنے میں خاصا وقت لگ گیا۔

کمانڈر نے کہا "ہم روس کے آہنی ہتھیاروں سے بالکل خوفزدہ نہیں لیکن اب انھوں نے ایک اور حربہ نکالا ہے۔ وہ ہمارے نوجوانوں کو گھروں سے زبردستی پکڑ کر روس لے جا رہے ہیں اور وہاں انھیں کمیونسٹ بنا کر واپس بھیج رہے ہیں۔ یوں اب ان کا سارا زور نئی نسل کو تباہ کرنے پر ہے۔"

میں نے کہا "واقعی یہ بڑی خطرناک اسکیم ہے۔ روس ایک دیندار مسلمان آبادی کو افغانستان سے نکالنے کے درپے ہے اور دوسری طرف نوجوانوں کو بے دینی کی تعلیم دے کر ملت افغانیہ کے خلاف استعمال کرنا چاہتا ہے۔"

"یہاں ہم نے اصلی روسیوں کو گولیوں کا نشانہ بنا رکھا ہے وہاں افغان کمیونسٹوں کو بھی گولیوں سے بھون سکتے ہیں۔

مسلمان بچوں کو ملحد بنانے کی یہ حرکت ہمارے لیے ناقابل برداشت ہے۔" کمانڈر نے دکھ کے ساتھ کہا۔

"بلاشبہ، روس دوسری قوموں کے بے غیرت اور بے ضمیر لوگوں کو استعمال کرنا خوب جانتا ہے۔" میں نے کہا۔

"میں آپ کو اس بے غیرتی اور بے دینی کا ایک واقعہ سناتا ہوں۔ یہاں سے افغان مہاجروں کا ایک قافلہ گزرا۔ جو چند روز ہمارے پاس ٹھہرا۔ اس میں ایک ملا صاحب تھے انھوں نے بتایا کہ ان کا نوجوان لڑکا ظاہر شاہ کے زمانے میں اعلیٰ تعلیم کے لیے روس چلا گیا تھا۔ کچھ دن پہلے وہ انجینئر بن کر واپس آیا تو ہم نے ایک پُرمسرت تقریب منعقد کی۔ پھر اس کی شادی کا ذکر چھڑا تو اس نے کہا کہ مجھے تو اپنی چھوٹی بہن پسند ہے میں تو اسی سے شادی کروں گا۔ سب لوگ حیران رہ گئے

> مجھے تو اپنی چھوٹی بہن پسند ہے میں اسی سے شادی کروں گا
> ایک روسی ملحد

کہ یہ کیا بات کہتا ہے اس نے کہا آخر اس میں حرج ہی کیا ہے عورت مرد کی شادی ہوتی ہے اور یہ بھی عورت ہی تو ہے۔ یہ مذہب نے ڈھونگ رچایا ہے کہ بہن کی شادی بھائی سے نہیں ہو سکتی۔ بس اسی رات میں نے اس کو گولی مار دی اور اب ملک چھوڑ کر جا رہا ہوں یہ ہے وہ تعلیم جو روسی کمیونسٹ ہماری نئی نسل کو دینا چاہتے ہیں۔" کمانڈر کا چہرہ ملے جلے تاثرات لیے ہوئے تھا۔

"بلاشبہ کمیونزم بدترین حیوانیت کا نام ہے۔ حیوانیت بھی فطری ضوابط کی پابند ہوتی ہے۔ مگر کمیونزم کسی ضابطۂ اخلاق کی پابندی نہیں کرتا وہ تو کہتا ہے کہ اخلاق سے پاجامہ اچھا ہے" میں نے کہا۔

پھر وہ ہمیں ایک روسی قیدی سے ملانے لے گئے۔ انھوں نے ہمیں ایک کمرے میں لے جا کر بٹھا دیا۔ اتنے میں بائیس تیئیس برس کا نوجوان کمرے میں داخل ہوا جس کے ساتھ ایک کلاشنکوف والا مجاہد بھی تھا۔ وہ کمرہ میں داخل ہوا تو ہم نے اس سے مصافحہ کیا اور وہ ہمارے پاس ایک طرف بستر پر بیٹھ گیا۔ قیدی تھوڑی تھوڑی فارسی جانتا تھا اور ہماری تھوڑی بہت بات چیت اسی زبان میں ہوئی۔ وہ لنین گراڈ کا رہنے والا تھا۔ اس کا رنگ سفید اور آنکھیں گہری نیلی تھیں۔

"اسم شما چیست" میں نے پوچھا، یعنی تمہارا نام کیا ہے؟ "اسلام الدین" اس

نے کہا۔

مجاہد نے وضاحت کی "اس کا نام پہلے رستم تھا۔ یہ دو ماہ سے ہمارے پاس ہے اور مسلمان ہو گیا ہے" مرزا اشفاق نے پوچھا "یہ مجبوری کا اسلام تو نہیں؟"

مجاہد کمانڈر بولا "یہ کہتا ہے کہ میرے والدین مسلمان تھے اور نماز پڑھتے تھے روزہ بھی رکھتے تھے لیکن ہم بچوں کو انھوں نے دین کی تعلیم نہ دی، اس لیے ہم اسلام سے بے خبر ہی رہے۔"

میں نے کہا "اس کی یہ بات صحیح نظر نہیں آتی۔ شاید مسلمانوں کے خلاف لڑنے والے سپاہیوں کو قید ہونے کی صورت میں یہی بات کہنے کی تعلیم دی گئی ہو۔"

"ممکن ہے ایسا ہی ہو۔ لیکن ہم بھی قیدی کے طور طریقوں سے جلد ہی پہچان لیتے ہیں کہ جھوٹ موٹ کا اسلام ظاہر کرتا ہے یا سچے دل سے مسلمان ہے پھر ہم اس سے ویسا ہی سلوک روا رکھتے ہیں جس کا وہ مستحق ہوتا ہو" کمانڈر نے کہا۔

"جو لوگ قید ہو کر آتے ہیں بالعموم آپ ان کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں؟" میں نے سوال کیا کمانڈر نے کہا "ہم چاہتے ہیں کہ دو طرفہ طور پر قیدیوں کا تبادلہ ہوتا رہے ریڈ کراس کے ذریعہ یہ طے بھی پا گیا تھا، چنانچہ ہم نے بہت سے روسی قیدی واپس کر دیے لیکن انھوں نے ہمارا ایک بھی مجاہد واپس نہیں کیا بلکہ ان سب کو گولی مار دی گئی، اس لیے اب ہم بھی ان کے قیدیوں کو گولی مار دیتے ہیں۔ البتہ اگر وہ مسلمان ہو جائیں تو انہیں اپنے پاس رکھ لیتے ہیں اور کیمپ میں ان سے مختلف کام لیتے ہیں۔"

"تمہارا اسلام کے بارے میں کیا خیال ہے؟" میں نے قیدی سے پوچھا "بہت اچھا ہے" اس نے جواب دیا۔

"کیا تمہیں کلمہ طیبہ آتا ہے؟" مرزا اشفاق نے پوچھا "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" قیدی نے فوراً کلمہ طیبہ سنا دیا۔

"جب تم جنگ کے لیے آئے تھے تم سے روسی حکومت نے کیا کہا تھا" میں نے پوچھا "ہم سے کہا گیا تھا کہ روس پر امریکہ اور چین نے حملہ کر دیا ہے" وہ قیدی نے کہا۔ "کیا یہ نہیں کہا گیا تھا کہ ہم افغانستان کو فتح کرنا چاہتے ہیں"؟ میں نے استفسار کیا۔

"نہیں حکام نے بتایا تھا کہ افغانستان

کی طرف سے روس کو خطرہ ہے" قیدی نے جواب دیا۔

"کیا تم اسلام پر عمل روس میں بھی کر سکتے تھے" اشفاق مرزا نے پوچھا۔

"روس میں مذہب کو پسند نہیں کیا جاتا" اسلام الدین بولا۔

"کیا وہ مذہب کے بارے میں لوگوں کو منع کرتے ہیں؟" میں نے پوچھا "وہاں بے شمار انجمنیں ہیں جو دن رات مذہب کے خلاف پروپیگنڈہ کرتی رہتی ہیں۔" قیدی نے جواب دیا۔

"مذہب کے متعلق تمہارا خیال کیا ہے؟" با خان عبدالمجید خان نے پوچھا۔

"مذہب سے دل کو سکون ملتا ہے" روسی نوجوان کا جواب مختصر تھا۔

یہ باتیں بڑے خوش گوار ماحول میں ہوتی رہیں پھر مجاہد، قیدی کو کمرے سے نکال کر لے گیا اس کے بعد ہم بیرک سے نکل آئے۔ باہر دھوپ چمک رہی تھی۔ گھڑیاں نو بجا رہی تھیں اور ہمیں واپسی کا طویل سفر کرنا تھا۔ ہم جیپ کی طرف چل پڑے۔ ڈرائیور عبدالرحمان اپنی سیٹ پر مستعد بیٹھا تھا۔

پر تپاک مصافحوں اور معانقوں کے بعد ہم واپس روانہ ہو گئے۔ افغان مہاجر کیمپوں میں سے ہوتے رات ساڑھے آٹھ بجے ہم اپنی قیام گاہ پر پہنچے تو ہمارے منتظر ساتھی بعد نماز مغرب دو گھنٹے انتظار کر کے جا چکے تھے۔

(اردو ڈائجسٹ لاہور)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے ہر شخص محافظ اور نگران ہے اور اس سے اُن لوگوں کے بارے میں پوچھ گچھ ہوگی جو اس کی نگرانی میں دیے گئے ہوں گے پس امیر جو لوگوں کا نگران ہے، اُس سے اُس کی رعیت کے بارے میں پوچھ گچھ ہوگی اور مرد اپنے گھر والوں (بیوی بچوں) کا نگران ہے: اُس سے اُس کی رعیت کے بارے میں پوچھ گچھ ہوگی۔ اور بیوی اپنے شوہر کے گھر اور شوہر کی اولاد کی نگران ہے اور اُس سے اُن کے متعلق پوچھ گچھ ہوگی۔

(بخاری شریف)

حلقۂ یاران

ہم اس شمارے سے حیات نو میں "حلقۂ یاران" کے نام سے ایک مستقل کالم شروع کر رہے ہیں جس میں حیات نو سے متعلق تجاویز و مشورے نیز تعمیری اور اصلاحی تنقید و تجزیہ پر مشتمل خطوط شائع کیے جائیں گے۔ (ایڈیٹر)

عزیز دوست فارقلیط صاحب

سلام مسنون

حیات نو کو نئی زندگی عطا کرنے پر مبارکباد قبول فرمائیں۔ جب سے حیات نو بند ہوا تھا ایک خلا محسوس ہو رہا تھا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کوئی متاع عزیز تھی جو چھن گئی تھی اب دوبارہ پابندی سے جاری کرنے پر ادارہ تمام قارئین کی طرف سے خصوصاً فلاحی برادران کی طرف سے مبارکباد اور پرجوش تعاون کا مستحق ہے جو امید ہے کہ فلاحی ساتھیوں کی طرف سے آپ کو یقیناً حاصل ہوگا۔

یہ دیکھ کر خوشی ہوتی ہے کہ حیات نو کا ہر شمارہ پہلے سے بہتر حالت میں آ رہا ہے لیکن چند چیزیں مزید توجہ کی طالب ہیں۔

۱۔ مضامین قسط وار شائع نہ کیے جائیں بلکہ ممکن ہو تو ایک ہی قسط میں پورا مضمون شائع کر دیا جائے اور اگر بالفرض بعض لمبی قسط میں شائع کرنا ہی پڑے تو گذشتہ سے پیوستہ اور باقی آئندہ وغیرہ کی فرسودہ اصطلاحات استعمال نہ کر کے نئے عنوان کے ساتھ مضامین اسطرح شائع ہوں کہ ان میں ایک نئی معنویت اور تازگی کا احساس ہو تاکہ قارئین تسلسل کے بارگراں سے محفوظ رہ سکیں۔

(۲) طلبہ جامعۃ الفلاح کی نمائندگی ضروری ہے اور مضمون نگار کے نام کے ساتھ طالب علم اور درجہ کی صراحت بھی مفید ہے لیکن کوشش کی جائے کہ ایک شمارہ میں صرف ایک مضمون لیا جائے تاکہ پرچے کا معیار بھی برقرار رہے اور طلبہ کی ہمت افزائی بھی ہو سکے۔

(۳) ماخوذ اور مستفاد مضامین دوسرے

پرچوں سے نہ نقل کیے جائیں نیز یہ کوشش کی جائے کہ ہر مضمون، اصلی اور طبع زاد ہو تاکہ ہم صحافت کی دنیا میں کچھ دے سکیں۔

(۴) غزلوں میں بعض غزلیں ذوقِ علم اور ذوقِ ادب پر بڑی گراں گزرتی ہیں اور انہیں پڑھ کر ہاضمہ خراب ہونے کا اندیشہ رہتا ہے براہ کرم اپنے قارئین کی صحت کا خیال رکھیں اور انہیں بدہضمی سے بچائیں۔ کوئی ضروری نہیں ہے کہ ہر شمارہ غزلوں سے مزین ہی ہو۔

(۵) درس قرآن اور درس حدیث کی جگہ اگر قرآن و حدیث پر علمی و تحقیقی مضامین کی اشاعت ہو تو فلاح کی کما حقہ نمائندگی ہو سکے گی۔

(۶) جامعہ کے لیل و نہار مزید تفصیلات و صفحات کے متقاضی ہیں۔ ہر فلاحی طالب سب سے پہلے اپنی مادر درسگاہ اور یہاں علم و ادب کی سرگرمیوں سے واقف ہونا چاہتے ہیں۔ اس سلسلے میں ایک ایک جزئیے اور واقعہ کی ایک ایک کڑی سے دلچسپی رکھتے ہیں۔ جو لوگ فلاح سے دور ہیں وہی اس کالم کی اہمیت سے واقف ہو سکتے ہیں۔ وہ فلاح کی حسرت و مسرت دونوں میں برابر کے شریک ہوتے ہیں اور حیات نو پاتے ہی تھوڑی دیر کے لئے بلریا گنج کی اس مبارک سرزمین میں آ موجود ہوتے ہیں۔ پہلے خدارا ہمارے جذبات و احساسات کی قدر کیجئے اور مزید تفصیلات سے اس کالم کو مزید دلچسپ اور معنی خیز بنائیے۔

فروری کے شمارے میں مولانا نعیم الدین صاحب اصلاحی کا تبصرہ بڑی محنت و دیانت سے لکھا گیا ہے امید ہے کہ آئندہ بھی ہمارے دوست انہیں اپنی کاوشوں سے مستفید ہونے کا موقع عنایت فرمائیں گے۔ مولانا فاروق زاہدی صاحب کا مضمون "حیا کا جامع تصور" بھی بڑا معلوماتی ہے شاید وہ آئندہ بھی قلمی تعاون کرتے رہیں گے۔ عزیز طالب علم کا مضمون کیمونزم کی فکری بنیادیں بہت خوب ہے اور محنت سے لکھا گیا ہے ان سے آئندہ بڑی توقعات وابستہ ہیں۔

مارچ کے شمارے میں شاکر تسلیم صاحب کی غزل بہت ہی عمدہ ہے اور خاص طور سے یہ شعر مجھے بہت ہی پسند آیا۔

حق کی خاطر جان گنوا دو یہ بھی کوئی تحریک ہے بابا

جلد ہی ایک مضمون ارسال کر رہا ہوں۔

خدا حافظ

والسلام

[illegible]

۲۳ / ۲ / ۱۹۸۵ء

محترمی! السلام علیکم

حیات نو جنوری ۱۹۸۲ء کا شمارہ پہلی بار پڑھنے کا موقع ملا — رسالہ پسند آیا — چند کالموں کا اور اضافہ کر دیا جاتا تو اس کی دلچسپی وافادیت میں مزید اضافہ ہو۔ امید ہے، آپ اس طرف غور کریں گے۔

سردست ایک غیر مطبوعہ غزل اور چند قطعات ارسال کر رہا ہوں۔ پسند آئے تو زیر ترتیب شمارہ میں جگہ دے کر ممنون فرمایئے۔ اس ضمن میں ایک درخواست ہے کہ قطعہ کو ایک کالم مخصوص کر دیں۔ یا تو اداریہ کے اخیر میں ہر ماہ ایک قطعہ شائع کریں یا پھر رسالہ کے آخری صفحہ کے نیچے ہر ماہ ایک قطعہ دیا کریں۔ میرے خیال میں یہ جدت آپ کو پسند آئے گی۔ ویسے آپ جو مناسب سمجھیں گے، اپنے فیصلے سے نوازیئے گا۔ آئندہ ان شاء اللہ میں اپنے حلقۂ احباب میں اس کا تعارف کراؤں گا نیز آپ کو ان لوگوں کے پتے بھی ارسال کروں گا۔

منتظر
محمد اسعد

مصطفیٰ صابری

مورخہ ۹ فروری ۱۹۸۲ء

محترمی ومکرمی جناب مولانا طاہر اشفاق صاحب فلاحی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

کل ہی "حیات نو" کے دو پرچے موصول ہوئے دیکھ کر مسرت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ آپ کی کوششوں کا نیک بدلہ عطا فرمائے اور "حیات نو" کی یہ صبح، نو بن کر طلوع ہو۔ خصوصاً نوجوان علماء کے حق میں آپ کا یہ ماہنامہ ایک نئی روشنی اور امید کی کرن ثابت ہو۔ آمین ثم آمین۔

ایک مضمون ارسال خدمت ہے اگر پسند آئے تو "حیات نو" میں جگہ دیں۔

تمام طلبہ اور اساتذہ کرام کی خدمت میں سلام عرض کر دیں۔

جریدہ کے سرورق پر مولانا مودودیؒ کی تحریروں کے اقتباسات ضرور شائع کریں —

اس سے جریدہ کا حسن دوبالا ہوتا ہے۔

فقط
مخلص
والسلام
نزہت راشد

حسن حبیب کے قلم سے

جامعہ کے لیل و نہار

انجمن کا تیسرا دوسالہ اجلاس

۱۹، ۲۰، ۲۱ فروری ۱۹۸۲ء کو انجمن طلبہ قدیم کا تیسرا دوسالہ اجلاس منعقد ہوا۔ اگر کارکن کی تعداد توقع سے کم رہی خصوصاً علی گڑھ سے تعلیمی مصروفیات کی وجہ سے لوگ زیادہ تعداد میں شریک نہ ہو سکے تاہم کم و بیش ۵۰، ۶۰ فلاحی برادران شریک ہوئے اجلاس تین روز تک وقت کی پابندی کے ساتھ بہت ہی خوبی کے ساتھ چلتا رہا اور بہت ہی کامیاب رہا۔ انجمن نے قرب وجوار کے معزز افراد نیز طلبہ کے سرپرستوں کو ٹی پارٹی دی اور ان کے سامنے صدر انجمن نے انجمن کا تعارف پیش کیا اس کے بعد مولانا طاہر صاحب نے ایک خوبصورت تقریر کی اور حیات نو کا تعارف کرایا۔

جمعیۃ الطلبہ کی ٹی پارٹی

تعلیم طلبہ کی یونین جمعیۃ الطلبہ نے اپنے قدیم بھائیوں کا بڑے ہی کھلے دل اور پرمسرت جذبات کے ساتھ استقبال کیا اور ان کے لئے ہر طرح کی آسانیاں فراہم کرنے میں لگے رہے ۱۹ فروری کو بعد نماز عصر انھوں نے اپنے بڑے بھائیوں کے اعزاز میں ایک ٹی پارٹی کا اہتمام کیا اور ان کو اپنے مسائل اور مشکلات سے آگاہ کیا۔ بڑے بھائیوں نے اپنے چھوٹے بھائیوں کے اکثر مسائل کو سنا سمجھا اور محسوس کیا۔ مالی تعاون پیش کیا اور ہر طرح کا تعاون دینے کا وعدہ کیا۔

انعامات کی تقسیم

انجمن طلبہ قدیم کے اجلاس

اجلاس کا اہم جز اپنے زیر تعلیم بھائیوں کی ہمت افزائی تھا۔ ہر درجہ میں اول، دوم اور سوم آنے والے طلبہ کو انجمن نے انعامات تقسیم کیے۔ انعامات کتابوں کی شکل میں تھے۔ اور ان کو اس بات کا مشورہ دیا کہ تعلیمی میدان میں خوب محنت کریں اور زیادہ سے زیادہ نمبرات حاصل کریں۔

گورکھپور سیرت کے مقابلہ میں طلبہ کی کامیابی

جامعۃ اصلاحیہ انٹر کالج گورکھپور کی جانب سے ہر سال سیرت نبوی پر تحریری تقریری اور نعتیہ مقابلہ ہوتا ہے۔ جامعۃ الفلاح سے بھی طلبہ مقابلے میں شریک ہوئے اور انھیں کامیابی حاصل کی مجموعی اعتبار سے جامعہ کے طلبہ سب سے آگے رہے اور شیلڈ حاصل کیا۔

شرکت کرنے والے طلبہ مندرجہ ذیل ہیں۔

محمد یسین	تقریر	I
محمد عالم	قرأت	III
عطاء الرحمٰن	مقالہ	II
محمد ساجد	نعت	III

کالج کی انتظامیہ نے طلبہ کو بہت سراہا اور گورکھپور جماعت اسلامی نے بھی ہمت افزائی کے لیے طلبہ کو کتابیں عنایت کیں۔ مولانا نعیم الدین صاحب اصلاحی استاذ جامعہ سرپرست کی حیثیت سے طلبہ کے ساتھ رہے۔

ایک اچھی خبر

یہ بات ہمارے لیے باعث مسرت ہے کہ مجلس منتظمہ کی حالیہ منعقدہ میٹنگ ۲۸ فروری ۱۹۹۶ء کو یہ فیصلہ ہوا کہ جامعۃ الفلاح کی سند فضیلت بی۔ اے کے مساوی مانی جائے گی اور یہاں کے فارغین یونیورسٹی کے ایم۔ اے عربی اور M.Th میں داخلہ لے سکیں گے محترم استاذ مولانا عبد الحسیب صاحب اصلاحی اس میٹنگ میں جامعہ کے نمائندے کی حیثیت سے شریک تھے۔

غزل

عطا عابدی

رنگ افق نیا ہے نیا آفتاب لا
یہ وقت انقلاب کا ہے انقلاب لا

بھر دے مری رگوں میں جو تحریک کا نشہ
ساقی تو میرے جام میں ایسی شراب لا

مستقبل حیات کی جانب نگاہ کر
ماضی کی یاد بھول جا فردا کے خواب لا

نغموں سے جس کے ہو سکے ہر کان آشنا
مطرب! ہماری بزم میں تو وہ رباب لا

پائے گا تو نہ میری جبیں پر کوئی شکن
تو میری زندگی میں غم بے حساب لا

میں چاہتا ہوں اپنی نظر سے سنبھال لوں
لیکن وہ ہے بضد کہ مجھے بے حجاب لا

لکھا ہوا ہو جس میں تری زندگی کا راز
تو ڈھونڈ کر کہیں کوئی ایسی کتاب لا